8367

والد صاحب الحاج میاں نور محمد رحمۃ اللہ علیہ خاندان و جدِ اعلیٰ

کی

سوانح حیات

مرتبہ

محمد نواز فرزندِ اکبر و خلف الرشید الحاج میاں نور محمد صاحب

Marfat.com

3367

راقم الکتاب ہذا

محمد نواز فرزندِ اکبر و خلف الرشید الحاج میاں نور محمد صاحب مرحوم (راقم الکتاب ہذا)

Marfat.com

137090

Marfat.com

تکمیلِ ارشاد برادرِ اصغر حاجی محمد شفیع

بقولِ شخصے ؎

تمنّا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

کیا فردوسیٔ ایران نے اسلام کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

کروں میں بھی رقم سوانح اپنے آبؑ و اجداد کی
توفیقِ ایزدی سے ہو مکمّل تکمیلِ ارشاد کی

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

انکسار ـــــــــــ پیشکش

اِن پُرخلوص یادوں اور صد ہزار عقیدت کے آنسوؤں سے جو زندگی بھر اپنے والدین قبلہ و کعبہ الحاج میاں نور محمدؐ صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ رہیں ، نیز اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ مائی اللہ رکھی المشہور مائی حاجن صاحبہ مرحومہ کے ساتھ رہیں ، اپنی اس مختصر تالیف کو عزیزی برادرِ اصغر ، خاندان کے ایک زیرک سپوت الحاج محمد شفیع کے نامِ نامی اسمِ گرامی کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں ۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خاکسار
محمدؐ نواز قصوری

Marfat.com

اللہ
بسم الرحمٰنِ الرحیم

حضرتِ قبلہ وکعبہ والدِ بزرگوار الحاج میاں نور محمدؒ صاحب کی تربیت و حضرت مولانا مولوی الحاج عبدالرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور خطیب جامع مسجد کوٹ فتح دین خاں قصور کے فیضانِ صحبت نے مجھ جیسے کم علم خاکسار کو اپنے والدین و خاندان کے جدِّ امجد مرحومین کے محاسنِ زندگی کے یہ موتی چن کر سجانے کی سعادت عطا فرمائی ——— کیونکہ

ع بر کریماں کار ہائے دشوار نیست

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

ے
تیرے کرم سے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے ترے یہاں کمی نہیں

مرتّب

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم

حمد و ثنائے کبریا جلّ جلالہٗ

بارگاہِ ربُّ العزّت میں اعترافِ عجز و نیاز

یا اللہ! میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ تو ایک واحد واحد ہے۔ تجھ جیسا کوئی نہیں۔ تیری ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔ تیری ذات حلول تجسّم سے پاک ہے۔ حلّ مشکلات، کارساز، بگڑی بنانے والا، فریاد کا سننے والا، روزی دینے والا، ہر کسی کی مصیبت میں کام آنے والا تُو اور صرف تُو ہے۔ عام و خاص، غریب امیر، بادشاہ و گدا، جاہل و عالم، اولیاء و انبیا سب تیرے ہی محتاج ہیں۔ جس کو جو کچھ ملتا ہے تیرے ہی در سے ملتا ہے۔ تیرے حکم کے بغیر ایک ذرّہ بھی نہیں ہل سکتا یہ تیری اور صرف تیری قدرت ہے کہ تو مخلوق اور کائنات کی رتی رتی بھر حال کی خبر رکھتا ہے۔ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر تُو ہے۔ اے ربّ العالمین! مجھے ایسی توفیق عطا فرما کہ مرا مرنا، جینا خالص تیرے لئے ہو۔ میری ساری تمنّائیں، آرزوئیں اور ارادے تیری مرضی کے تابع ہو جائیں۔ یا اللہ! مجھ میں ایسا اخلاص پیدا فرما کہ میں کسی نیک کام پر تیرے سوا کسی سے

Marfat.com

637/5
جاوید اقبال نعمان

نہ تو قدر شناسی اور اجر و ستائش کی تمنّا رکھوں اور نہ کسی سے خوف کروں
تیرے ذکرِ پاک سے قلب میں حلاوت و اطمینان محسوس کروں۔ یا اللہ!
جب میں قیامت کے دن تیرے حضور حاضر ہوں تو اس پیشانی پر تیرے
غلامی اور بندگی کے سوا اور کسی آستانے کے غبار کا ایک ذرّہ بھی لگا
ہوا نہ ہو۔ یا اللہ! میں صرف تیری چشم کرم کا امّید وار، تیرے دَر کا سوالی،
تیرے آستانے کا فقیر، تیرے کوچے کا بھکاری ہوں۔ عزّت، ذلّت
کا دینے والا تو ہے۔ میں تجھ سے تیرے عفو و کرم اور رحمت کا امّیدوار
ہوں دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ میں اپنے عاجز ہونے کا صمیم
قلب سے اِقرار کرتا ہوں۔ یا اللہ! میں آپ کی پوری تعریف نہیں کر
سکتا۔ بس! آپ ویسے ہی ہیں جیسا آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔
اے رب! تو دے مجھے دنیا میں نیکی اور عقبیٰ میں نیکی اور مجھے بچا
آگ کے عذاب سے۔ (آمین ثمّ آمین)

ربّنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

تو تو جس خاک کو چاہے وہ بنے بندۂ پاک
میں خدا کس کو بناؤں کہ جو خفا تو ہو جا

مقدر ہمیں کب تیرے وصفوں کی رقم کا
حقّا کہ تو خداوند ہے لوح و قلم کا
جس مسندِ عزّت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب و گزر ہووے تعقّل کے قدم کا

Marfat.com

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسہ ہے تو فقط تیرے کرم کا
مانندِ حباب آنکھ تو اے دردؔ کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا
(سُبْحَانَ اللّٰہ!)

○ ○ ○

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
صلّی اللّٰہ تعالیٰ علےٰ خیرِ خلقہٖ محمّد و آلہٖ وسلّم

ہدیۂ عقیدت

بحضور جناب رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

دہر میں قائم ہے جب تک بزمِ ہستی کا نظام
ذاتِ اقدس پر ہزاروں رحمتیں لاکھوں سلام

○

قیامت تک خدائی کے حقیقی رہنما تم ہو
نبوّت فخر کرتی ہے کہ ختم الانبیاءؐ تم ہو
کرے کیونکر یہاں کوئی تمھاری شانِ محبوبی
جو دُنیا کو پسند آتے وہ ہر اچھّی ادا تم ہو
خدا آخر خدا ہے اس کی عظمت کا کیا کہنا
خدا کے بعد جو کچھ بھی ہو محبوبِ خدا تم ہو
کسی نے کہہ دیا خاکی کسی نے کہہ دیا نوری
زمانہ آج تک سمجھا نہیں یہ راز کیا تم ہو
لکھی ہیں فیض جیسے شاعروں نے سینکڑوں نظمیں
مگر جب غور سے دیکھا تو سب سے ماورا تم ہو

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مری اِنتہائے نگارش یہی ہے تیرے نام سے اِبتدا کر رہا ہوں

عزیزی الحاج محمد شفیع صاحب برادرِ اصغر سلمہٗ کا مجھے اس بات کی ترغیب دیتے رہنا کہ اپنے خاندان اور اپنے محترم والدین مرحُومین کے نقوش کو اُبھارنے کی کوشش کرو، قابلِ صد ستائش ہے۔

نیک دِل والدین کے نیک دِل بیٹے کا یہ خیال تھا کہ اپنے جدِّ امجد پردادا میاں چوہدری خدا بخش صاحب مرحوم و مغفور سے لے کر خاندان کی سوانح حیات مرتّب کی جائے اور ان کے عزیزوں کے سینے ٹٹول کر اُن کے دلوں سے مرحومین کی یاد اور سیرت کے دبے ہوئے نقوش کو باہر نکال لیا جائے، تاکہ گلشنِ نُور کے نَو شگفتہ پھُول اور آنے والے اپنے مورثِ اعلیٰ کی بلندیٔ اخلاق، انسان دوستی، دیانت داری کے اعلیٰ معیار کو مشعلِ راہ بنائیں۔ مجھے اس سے سو فی صدی اِتّفاق ہے بلکہ میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ یہ فقط اُن کی میراث نہیں بلکہ یہ متاعِ بے بہا دراصل سارے خاندان کی میراث ہے۔ یہ سب فرزندان نُور کے کام آئے گی۔ یہ اقدام بذاتِ خُود نہائیت مستحسن ہے۔ عزیزی محمد شفیع سلمہٗ نے یہ مشکل کام مجھ

Marfat.com

کم استعداد کے سپرد کیا ہے تاکہ اندرونِ خانہ قسم کے حالات مرتّب کروں۔ ساتھ ہی اپنے تعاون کا یقین دلایا اور فرمایا کہ حتی المقدور میں بھی ہاتھ بٹاؤں گا۔ چنانچہ اس یقین دہانی کے ساتھ میں نے ارشادات کی تکمیل کا حق ادا کرنے کی سعی ضرور کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ قلم کا جھکاؤ کہیں مبالغہ کی طرف ہو گیا ہو مگر بحیثیتِ مجموعی میں نے حقیقت کے رنگ میں مرتّب کرنے کی پوری سعی کی ہے۔ عزیزم کے پیہم اصرار پر اس عظیم اور مقدّس کام کو لکھنے کی جسارت کی ہے۔ میں اس کا اہل تو نہیں تھا لیکن اللہ تعالےٰ کی نصرت اور مدد کی توقعات لئے ہوئے ان مقدس ہستیوں کی زندگی کے بعض پہلو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں التجا ہے اور اُمیدِ واثق ہے کہ وہ مجھے ضرور میرے خاندان اور والدین کی پاک زندگی کے حالات لکھنے میں میری مدد فرما کر ان کے حق ادا کرنے کی توفیق ارزانی فرمائیں گے۔ (وما توفیقی الا باللہ)۔

یہ یادداشت جو میں لکھ رہا ہوں محض اپنے والدین کو جیسے دیکھا اس کی ایک سیدھی سادھی روئداد ہی نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے اُن کے ذاتی اوصاف کی روشنی کا پرتو ہے۔ اپنی کم علمی بے مائگی کا احساس اور عملی بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ قابلِ فخر اگر کوئی بات ہے تو صرف یہ کہ میں اپنے خاندان کی عزّت و توقیر اور دردمندی کا احساس رکھتا ہوں اور یہ دردمندی میرا سرمایۂ افتخار ہے۔ اپنے والدین کے اوصافِ حمیدہ محاسن پر پوری روشنی تو نہیں ڈال سکا جن کے وہ مستحق تھے۔ زبان ان کے محاسن و اخلاق کے بیان سے قاصر اور قلم اُن کے مکارم، شرافت کو قلم بند کرنے

Marfat.com

سے عاجز۔ تاہم اگر ایسی نیک ہستیوں کے صفاتِ حسنہ کا مختصر ذکر ہو جائے تو اپنی کمال سعادت مندی سمجھوں گا۔ اس شرف ہی کو اپنی کامیابی اور خوش نصیبی کے لئے کافی تصوّر کروں گا جو مجھے اس کتاب کے ذریعے اپنے آباؤ اجداد کو متعارف کرانے کے سلسلے میں حاصل ہوں گی۔

ع حق تو یہ ہے کہ حق اَدا نہ ہُوا

ے وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کو دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ میں اپنے عزیزوں کے سینے ٹٹول کر اپنے جدّ و امجد آباؤ اجداد کے نقوش کو اُجاگر کروں۔ چنانچہ میں نے اپنے قریبی عزیز حاجی فضل دین صاحب قانونی جو کہ میری حقیقی پھوپھی کے داماد بھی ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے، ان سے استفادہ کیا ہے۔ نیز برادرم حاجی محمد شفیع صاحب نے بھی کافی مواد مہیّا کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ میرے اس عمل کو منظور و مقبول فرمائے اور اس کتاب کو میرا ذریعۂ نجات بنائے ——— آمین ثم آمین!

الٰہی! صدقۂ سالارِ کونین ؐ
جنوں ہے خدمتِ انسان کا مجھ کو
خطا کر استحکامِ حیدر
زبان کو راستی کی بھیک دیدے

مجھے بیداریِ تقدیر دے دے
کمال خامہ و شمشیر دے دے
وفا کو غیرتِ شبّیر دے دے
میرے ہر لفظ میں تاثیر دے دے

Marfat.com

باسم اللہ حسن الابتدآء
و بسالہٗ الحسنیٰ فی الانتہآ

تعارف

از قلم: محمد شفیع عفی عنہٗ، مدینہ آئل فیکٹری قصور

- مادّی قدروں کا خمار ایسے سعادت مندوں کا بہت کم پتا دیتا ہے جنھیں اپنے خاندان کی خیر اور آخرت کی کچھ فکر ہو۔ عصرِ حاضر کا معاشی نظام اس قدر بگڑا ہوا ہے کہ کسی فرد کی نگاہ دنیوی ضروریات اور "ھل من مزید" کی جولان گاہ سے آگے نہیں بڑھتی۔ ایسے سعادت مند بہت کم ہوتے ہیں جنھیں دنیا کی بڑی سے بڑی راحت محض ایک پل دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے خاندانی ورثہ کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔

میرے زیرِ نظر تالیف "تذکارِ نور" ایک ایسے ہی سعادت مند بزرگ کی تصنیف ہے جو بادیٔ النظر میں فسٹ کلاس بوائلر انجینئر ہے لیکن "تذکارِ نور" کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ مصنّف صرف انجینئر ہی نہیں بلکہ علم و ادب سے واقف ایک بلند پایہ مصنّف بھی ہے جس نے اپنے خاندانی ورثہ کو آنے

Marfat.com

والی نسلوں میں منتقل کر کے ثواب دارین حاصل کیا ہے۔

عربی کی ایک مشہور مثل ہے کہ "قدر الشہادۃ قدر الشہود" یعنی کسی تصنیف و تالیف کی عظمت و خوبی اس کے مؤلف کی عظمت و شخصیت سے جانی جا سکتی ہے۔ "تذکار نور" کی تالیف سنجیدہ اور مضامین کی قبولیت و عظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ جناب حاجی محمد نواز صاحب کا اسم گرامی لے لیا جائے جنھوں نے "تذکار نور" کی تالیف میں دن رات کام کیا۔ اگرچہ اُن کو حاجی فضل الٰہی صاحب اور راقم الحروف نے اُبھارا کہ خاندانی ورثہ کو اپنی آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے کے لئے اسے کتابی شکل میں محفوظ فرمائیں لیکن جس خوش اسلوبی اور کمال مہارت سے اُنھوں نے اس کام کو سرانجام دیا ہے، یہ صرف انھی کا حصہ ہے۔

میرے نزدیک کسی خاندان کی پستی و ذلت کی وجہ محض اپنے آبا و اجداد کی تاریخ کو فراموش کر دینا ہے۔ جو خاندان اپنے اسلاف اور اس کے بنانے والی مایہ ناز ہستیوں کو بھلا دیتا ہے اس کے تمام جذبات اور اُمنگیں، حوصلے اور ولولے سلب ہو جاتے ہیں جو فی الحقیقت خاندان کی زندگی و تحرک کا سبب اور نشوونما کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس خاندان کا نام صفحۂ روزگار سے مٹتا چلا جاتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

Marfat.com

اسی خیال سے متاثّر ہوکر راقم الحروف نے اپنے برادرِ اکبر جناب حاجی محمّد نواز صاحب کے سامنے تجویز پیش کی کہ افرادِ خاندان کو بیدار کرنے کے لئے اسلاف کے حالات کو تحریر فرمائیں اور اخوانِ خاندان کے سامنے قدمائے خاندان کے اخلاق اور حالاتِ زندگی کے صفاتِ حمیدہ کا ایک قابلِ تقلید نمونہ تحریر فرمائیں۔

دراصل "تذکارِ نور" کا مسوّدہ مجھے عرصہ ہوا، جناب میاں محمّد نواز صاحب نے مطالعہ کے لئے دیا لیکن بعض ناعاقبت اندیشوں نے خاندانی حالات کو اس قدر بگاڑ دیا کہ بندہ عدیم الفرصت ہوگیا۔ بندہ مورّخہ ۲۴/۶/۸۴ کو جب عمرہ پر گیا تو خدا کے حضور خاص دعا کی کہ اے خدا! مجھے توفیق دے کہ میں جناب میاں محمد نواز صاحب کے مسوّدہ کا مطالعہ کرسکوں۔ بالآخر خدا نے میری دعا قبول فرمائی اور میں آج مورّخہ ۲۸/۷/۸۴ کو قصور میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے کے بعد چند عقیدت کے الفاظ قلم بند کر رہا ہوں۔ اگرچہ میرے پاس اپنے برادرِ اکبر کی تعریف کرنے کے لئے ان کے شایانِ شان الفاظ نہیں لیکن پھر بھی ؎

"تذکارِ نور" سے کھلا راز تیری قابلیّت کا
پس شیفتہ تو ہو گیا قائل تیری علمیّت کا

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

Marfat.com

خراجِ عقیدت

از: حاجی محمد شفیع مدیر آتش فیکٹری قصور

بالآخر کامیابی سے ہو گئے ہمکنار جناب محمد نواز
"تذکارِ نور" لکھ کے فارغ ہو گئے جناب محمد نواز
بہت مشکل تھا یہ کام جو تُو نے کر دکھایا
مبارک باد کے مستحق ہو گئے جناب محمد نواز
آلِ نور سے تیرا یہ احسان بھلایا نہ جائے گا
خاندان پر جس طرح مہربان ہو گئے جناب محمد نواز
سوچتا ہوں کن الفاظ سے تجھ کو نوازوں اے نواز
آپ تو پہلے ہی سبقت لے گئے جناب محمد نواز
دلوں سے محو ہو چکے تھے جن کے نقشِ پا بھی
تیری قلم نے روشن کر دکھائے جناب محمد نواز

○

تیرے بلند بالا خیالوں نے روشن ہمارا مستقبل کر دیا
دین و دنیا میں شفیع سرخرو ہو گئے جناب محمد نواز

من جانب ——— حاجی محمد شفیع عفی عنہ

Marfat.com

فلسفۂ موت

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (القرآن)

اس آیت کی تشریح معنی موت کے متعلق باتیں

ہر فرد و بشر پر موت کا آنا اور ہر چیز کا فنا ہونا لازمی ہے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ فانی ہے۔ قانون خداوندی ہے کہ امیر و فقیر، شاہ و گدا، نیک و بد غرضیکہ ہر آدمی موت کا شکار رہنے والا ہے۔ مقولہ ہے کہ موت سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتی ہے ہر شے مسافر، ہر چیز راہی ـــــ کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور یہ بالکل عقلِ سلیم اور فطرت مستقیم کے عین مطابق ہے کہ مرنے کے بعد انسان بالکل معدوم نہیں ہو جاتا حتیٰ کہ اس کی روح جو کہ زندگی میں انسان کے جسم کو محرک اور باعثِ زیست تھی، مٹ جائے۔ یہ بات غیر واقعی ہے بلکہ مسلمان عذابِ قبر، حشر، قیام قیامت اور جزا سزا کا قائل ہے۔ گویا مرنے کے بعد انسان ایک نئی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور اس کے لئے مسلمان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو مر وقت یاد رکھنے پر زور دیا ہے تاکہ انسان اپنی زندگی کو

سنوار سکے۔ کیونکہ آخرت کی زندگی کے سنوارنے اور بگڑنے کا انحصار اسی دنیاوی زندگی کے درست ہونے اور برباد ہونے پر موقوف ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حدیث شریف میں آیا ہے:

اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت

یعنی موت جو لذاتِ دنیوی کو ختم اور یکسر منقطع کرنے والی ہے اسے کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ ابدی زندگی کو درست کرنے کا فکر آپ میں پیدا ہو جاتے ہے

پیامِ مرگ سے اے دل تیرا کیوں دم نکلتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے

اے بے خبر! حیات کا کیا اعتبار ہے
ہر وقت موت بشر کے سر پر سوار ہے

کیا تم نے کسی دن کوئی جنازہ دیکھا؟ کیا تم اس کو جانتے ہو یہ کون ہے۔ جب یہ چلتا تو زمین ہل جاتی تھی اور جب بات کرتا تھا تو لوگوں کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور جب غصے ہوتا تھا تو لوگ ہیبت کھا جاتے تھے۔ لیکن کیا ہوا اس پر۔ یہ وقت آیا کہ آج بے روح جسم ہے اور لاشہ کے اوپر ایک مکھی بیٹھ جائے تو ہٹا نہیں سکتا اور اگر اس کو کوئی گھسیٹ لے جائے تو اپنے آپ کو بچا

Marfat.com

نہیں سکتا۔ کیا تم بھی اِن جگہوں سے گزرے ہو جہاں چھوٹی چھوٹی گھاس اُگی ہے اور پتھروں کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبریں ہیں۔ پھر بتاؤ کہ ان واقعات اور مشاہدات کے بعد کیوں نہیں یقین کرتے کہ دنیا میں آخر موت ہے ؎

گر لاکھ برس جیئے تو پھر مرنا ہے　　پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں توشۂ آخرت مہیّا کر لے　　غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

کون سا جھونکا بجھا دیگا کسے معلوم ہے　　زندگی اک شمعِ روشن ہے ہوا کے سامنے

ہر کام کہ ہے وقت مقرّر نے گھیرا　　پر نہیں اے موت وقت مقرّر تیرا

امیر اپنی امارت پر ناز کرتا ہے اور بہادر اپنی بہادری پر، جوان اپنی جوانی پر، تندرست و توانا اپنی صحت پر، اور گمان کرتا ہے کہ یہ چیزیں برقرار رہیں گی۔ لیکن ہائے! ہے کوئی ایسی چیز جو موت سے بچی ہوئے

تماشائے عبرت ہے دنیا کا منظر
ٹھہرنا یہاں فی الحقیقت نہیں ہے

کیسے عدم کے لوگ مسافر نواز ہیں　　کوئی یہاں کا جا کے وہاں سے پھرا نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ طمع و حرص کے جال سے نکلو اور دل کی سختی اور وعظ و نصیحت سے تاثیر قبول کرنے والے بنو۔ موت کو یاد کرو تاکہ اس کی تیاری

Marfat.com

کرسکو۔ اس لئے کہ دنیا ایک سرائے ہے۔ تم وہاں اترتے ہو تو سفر سوار رہتا ہے اور آگے چلنے کی تیاری کرتے ہو تو تم نہیں جانتے کہ کب پیغام آجائے۔ اگر تم تیار رہو گے، ساز و سامان باندھے رہو گے تو حکم پر تیار رہو گے۔ پس موت کی تیاری رکھو توبہ کے ساتھ جو پاک صاف کرنے والی ہے اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اور ظلم و ستم سے بچے رہو تاکہ لوگوں کے ساتھ تمھارا معاملہ درست رہے۔ یاد رکھو! کبھی یہ نہ کہو کہ میں جوان ہوں۔ کبھی یہ نہ کہو کہ میں امیر ہوں۔ کبھی یہ نہ کہو کہ میں بڑا ہوں۔ اس لئے کہ جب عزرائیل علیہ السّلام آویں گے تو نہ تم جوان کو پہچانیں گے نہ بوڑھے کو نہ بڑے کو، نہ چھوٹے کو، نہ امیر کو، نہ فقیر کو۔ اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت عزرائیل کب تمھارے دروازے آ کھٹکھٹائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ! کیا کوئی شخص شہیدوں کے درجے کو بھی پہنچ سکتا ہے؟ فرمایا، ہاں! جو شخص دن میں بیس بار موت کو یاد کرے۔

ایک عورت نے جنابہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ میرا دل بہت سخت ہے۔ آپ نے اسے موت یاد کرنے کو فرمایا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور وہ سختی اس کے دل سے جاتی رہی۔

کیا یہ بے عقلی نہیں کہ آخرت کی دائمی زندگی کا سرور اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کو چھوڑ کر، شرعی حرام و حلال کو بھلا کر انسان چند روزہ دنیاوی عیش و آرام کی خاطر محض دنیا کا بندہ بن جائے اور

137090

Marfat.com

دنیاوی ترقی کی حد سے آگے اس کی نظر نہ بڑھے۔ مالکِ حقیقی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے۔ یعنی ابتدا سے ہے اور انتہا بھی اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہی زندہ رہنے والا ہے۔ بقا اسی کی ذات کو ہے ورنہ ہمارے لئے تو اس نے واضح طور پر فرمایا ہے:

کل نفس ذائقۃ الموت

فانی ہر اک چیز یہاں لاکلام ہے ! کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

درسِ عبرت

جہاں میں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے
جو بھرے تھے وہ محل اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

Marfat.com

موت نے کسریٰ بھی نہ چھوڑا نہ دارا
اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لیکے کیا کیا نہ صورت سدھارا
پڑا رہ گیا سب یُونہی ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا
اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

○○○

فلسفۂ موت

یہ سرائے دہر مسافرو بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو مقیم اس میں تھے کل یہاں کہیں آج اُن کا نشاں نہیں
یہ رواں عدم کو ہے کارواں بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جاتے ہیں سب کشاں کشاں کوئی قید پیر و جواں نہیں

نہ رہا سکندرِ ذی حشم نہ رہے وہ دارا اور جمشید
جو بنا گیا تھا یہاں اِرم تہِ خاک اس کا نشاں نہیں
نہ سخی رہے نہ تونگری رہے نہ ولی رہے نہ نبی رہے
یہ اجل کا خواب وہ خواب ہے کوئی ایسا خوابِ گراں نہیں
یہ ہے موت ایک عجیب سِرّ کہ صفائے عقل ہے واں کدر
وہ ہے تیرے وقت کی منتظر تجھے اس کا وہم و گماں نہیں
وہ جھپٹ کے تجھ پہ جب آئے گی تو بنائے کچھ نہ بن آئیگی
یہ عزیز جاں یونہی جائے گی کہ قضا سا پیکِ رواں نہیں
مگر اک حیات حیات ہے وہی جس میں سب کی نجات ہے
یہی بات سننے کی بات ہے اسی بات کا تو دھیاں نہیں

جو نبیؐ کے عشق کا خار ہے وہ گلوں کا تاج و قار ہے
یہی ایک ایسی بہار ہے کبھی جس میں دورِ خزاں نہیں

موت قدرت کا وہ اٹل قانون ہے جسے جہان کی کوئی طاقت بھی بدل نہیں سکتی۔ یہ تو ممکن ہے کہ خدا کا کوئی انکار کرے مگر موت کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ موت کسی قاعدہ یا قانون کی پابند نہیں۔ یہ فطرت کے ہر قانون کو زیر و زبر کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس سے ہر وقت اس سے سہمے رہتے ہیں۔ بالخصوص اللہ کے برگزیدہ انسان

جن کے چہروں پر ہر وقت زردی چھائی رہتی ہے۔ جن کے دلوں میں خدا کا خوف اور جن کا شعار تقویٰ ہوتا ہے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان نہ تو موت سے مقابلہ کر سکتا ہے نہ انکار۔ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ دنیا کی زندگی انسانی سفر کی ایک منزل ہے، قیام گاہ نہیں۔ یہ ایک راستہ ہے جسے شاہ و گدا سب طے کر رہے ہیں۔ اصل زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ بقول احسان دانش ؎

موت کے پردے سے کم ہوتی نہیں تابندگی
اس طرف بھی زندگی ہے اس طرف بھی زندگی

علامہ اقبال تو موت کو تجدید زندگی سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ارسطو افلاطون اور فیثا غورث کے نزدیک چکبست کے اس شعر کے سوا کچھ اور نہیں ؎

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

مشرکینِ عرب اور یہودیوں کا شروع میں عقیدہ تھا کہ جسم کے ساتھ روح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ مگر اسلام نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی اور بتایا کہ جسم فنا ہوتا ہے، روح قائم رہتی ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

النوم اخو الموت (نیند موت کا بھائی ہے)

ایک اور اسلامی مقولہ ہے :

Marfat.com

الموت قنطرۃ الحیاتی

(موت زندگی کا پل ہے)۔ اسلام میں موت انتقالِ روح میں مکان الٰہی مکان ہی کا نام ہے۔ موت اس کے سوا کچھ بھی نہیں صرف نفسِ بدن کا "استعمال چھوڑ" دینا ہے۔ روح میں کوئی تغیر و تبدّل نہیں ہوتا۔ عارف تو موت کو قیدِ زندگی سے رہائی تصوّر کرتے ہیں۔ بقول غالبؔ ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

یونان کے مشہور شاعر ہومر نے موت کو نیند کا بڑا بھائی کہا ہے۔ انسانی نفس پر دو کیفیتیں طاری ہیں۔ ایک کا نام موت ہے اور ایک کا نام زندگی۔ ان دونوں کیفیتوں میں کسی ایک کیفیت میں بھی نفس میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا

"اللہ نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے"۔

اس آیتِ کریمہ میں ربّ العزّت نے موت اور حیات دونوں کو مخلوق بنایا ہے۔ موت عدمی چیز نہیں بلکہ زندگی کی طرح وجودی ہے۔ موت کے معنی فنا نہیں۔ جو کچھ ہے وہ زندگی ہی زندگی ہے۔ جس طرح ستارے دن کی روشنی میں نظر نہیں آتے مگر وہ آسمان پر موجود ہوتے ہیں اسی طرح موت سے انسانی زندگی فنا نہیں ہوتی۔ نظروں سے اوجھل ضرور ہو جاتی ہے، مٹتی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم ہے کہ قبرستان

میں داخل ہو تو السّلام علیکم کہو۔ خفتگانِ خاک کو السلام علیکم کہو اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرنے والے فنا نہیں ہوتے۔ ہم ان کی زندگی کا اَدراک نہیں رکھتے۔ موت تو ایک ذرّے کو بھی اپنے مرکز سے ہٹا نہیں سکتی۔ اس کی شکل و صورت کو تبدیل کر سکتی ہے۔ بقول حضرتِ ذوق ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

جب آدمی موت ہی کو نہیں سمجھ سکتا تو بعد الموت کو کیا سمجھے گا اسی طرح ایک اور شاعر نے کہا ہے ؎

موت اِک زندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
وقفۂ موت بھی غنیمت ہے — کچھ تو فی الجملہ مل گیا آرام!

اسی طرح میر تقی میرؔ نے فرمایا ؎

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو — ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

جب شاعر زندوں سے بعد الموت کے حالات معلوم کرنے سے قاصر رہتا ہے تو پھر خفتگانِ خاک کی طرف رجوع کرتا ہے ؎

اس لئے غفلت کے سرمستو! کہاں رہتے ہو تم
کچھ کہو اس دیس کی آخر جہاں رہتے ہو تم
دل بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی
اور پیکارِ عناصر کا تماشا ہے کوئی!!!
آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصور کیا
اس ولایت میں بھی ہے انسان کا دل مجبور کیا

Marfat.com

رشتہ و پیوند یاں کے جان کے آزار ہیں!
اس گلستان میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں
اس جہاں میں اک معیشت اور سو اُفتاد ہے
روح کیا اس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے
تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گرداں میں ہے
موت اِک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے

لیکن جب شاعر کو جواب میں موت کی خاموشی کے سوا کچھ نہیں ملتا تو دل پر خود ہی اپنے اشعار میں موت کی تشریح کرتا ہے ؎

آہ یہ دنیا یہ ماتم خانہ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر
کتنی مشکل زندگی کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایّام ہیں
کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجالِ شکوہ ہے نے طاقتِ گفتار ہے
زندگی کیا ہے اک طوقِ گلو افشار ہے

المختصر! موت نہ تو اتنی آسان چیز ہے کہ اسے کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے اور نہ اتنی بھیانک کہ انسان ہر وقت اس سے لرزہ براندام رہے۔ اس کا دارومدار اعمال پر ہے۔ اعمالِ بد کا پیکر اس سے ہر وقت خائف اور اعمالِ صالح کا مجسمہ اس کا ہر وقت منتظر۔ اس لئے ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال نے فرمایا ؎

نشانِ مردِ مومن با تو می گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؐ

خاندانِ نور کے جدّ امجد

چوہدری خدا بخش صاحب مرحوم

کے

مختصر حالاتِ زندگی

○ ○ ○

چوہدری میاں خدا بخش صاحب مرحوم و مغفور

آپ اندرون کوٹ بدر دین خاں قصور میں پیدا ہوئے۔ قصور شہر میں لوہار کا کام کرتے تھے۔ زرعی آلات بناتے تھے۔ خاص کر گھوڑوں کی کاٹھیوں کا سامان بنانے میں بڑے ماہر تھے۔ اپنی لوہار فعل برادری کے چوہدری تھے۔ برادری کے کسی شخص کا کوئی کسی سے تنازعہ مثلاً رشتہ لینے یا

Marfat.com

۔ینے میں تنازعہ، جائیداد کی تقسیم کا معاملہ، باہمی لین دین کا تنازعہ وغیرہ
ی لوگ ان کو اپنا ثالث بنالتے اور ان کی طرف رجوع کرتے۔ آپ ایسے نیک
ور سمجھ دار تھے کہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو اس قدر حسنِ اسلوبی سے
نپٹا لیتے کہ دونوں ہی فریق خوش ہو جاتے۔ لوگوں کی آپس میں شکر رنجیوں
کو اپنے حسنِ تدبّر سے اس قدر مٹا ڈالتے کہ دونوں فریق آپس میں شیر و
شکر ہو جاتے۔ ان کے نفاق اور کدورتوں کو اپنے ناخنِ تدبیر سے اس
طرح دھو ڈالتے کہ وہ پھر کبھی زندگی بھر دست و گریباں ہونے کی بجائے
باہم شیر و شکر ہو جاتے اور چوہدری صاحب موصوف کو دعائیں دیتے رہتے
آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی میاں چوہدری محمد بخش
صاحب برادری کے چوہدری ہوتے اور میاں محمد بخش صاحب کے بعد
میاں محمود صاحب بندوق ساز ڈنڈی گر، میاں عیسیٰ ڈنڈی گر، ان کے
بعد میاں عیسیٰ ڈنڈی گر کے لڑکے اللہ بخش و میاں محمود صاحب کے لڑکے
میاں حاجی محمد ڈنڈی گر برادری کے چوہدری ہوتے۔ ساتھ ہی ساتھ میاں
کالا ڈنڈی گر و میاں کریم بخش جو کہ میاں حاجی حاجی محمد کے خسر بھی تھے

چوہدری خدا بخش کی اولاد

آپ کے ہاں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں جن کے نام یہ
ہیں :۔

لڑکے : محمد بخش ۔ احمد دین ۔ امام دین ۔

دو لڑکیاں جن کے نام یہ ہیں : بیگم بی بی ۔ بخاور بی بی ۔

میاں چوہدری خدا بخش بہت ہی شہرت کے مالک، دین دار، زیرک، نیک بخت انسان تھے۔ تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں دارِ فنا سے دارِ الآخرت کی طرف سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب ان کی اولاد کے بارے میں فرداً فرداً سوانحی خاکہ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ چوہدری میاں محمد بخش (بڑا لڑکا)

آپ اندرون کوٹ بدر دین خاں نزد مسجد حاجی رانجھے خاں گلی نایاں والی میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے تو برادری نے متفقہ طور پر آپ کو اپنے باپ کی گدّی پر بٹھا دیا یعنی برادری نے اپنا چوہدری تسلیم کر لیا۔ آپ بھی اپنے باپ کی طرح نہایت شریف النفس اور بہت ہی تیز طبع، ذکی، انتہائی ذہین تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر اسم بامسمّٰی نکلے۔ انھوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے برادری میں بڑی شہرت پائی، اپنے سپوت کا لوہا منوایا۔ آپ بھی اپنے باپ کی طرح برادری کے متنازعات کی گتھیوں کو اپنے ناخنِ تدبیر سے اس طرح سلجھاتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے اور دادِ ذہانت دیتے۔ اپنی ذہانت سے ایسا انصاف کرتے کہ کسی بڑے سے بڑے کو بھی حرفِ شکایت نہ ملتا۔ ان کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔

چوہدری خدا بخش کے ہاں اولادِ نرینہ کوئی نہ تھی۔ ان کے دامنِ

...رادمیں صرف ایک ہی گوہر تھا یعنی صرف ایک ہی لڑکی جس کا نام فاطمہ تھا۔
...ر لڑکی یعنی فاطمہ فیض اللہ لوہار کے لڑکے محمد بخش کے عقد میں آئی۔ اس
...ے بطن سے حاجی فضل دین ، حاجی مہرالدین ، مولا بخش پیدا ہوئے۔

آپ بہت ہی کامیاب زندگی گزار کر تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں
...ا اپنے ملکِ بقا ہو گئے ——— انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

میاں احمد دین (منجھلا لڑکا)

آپ قصور میں اندرون کوٹ بدر دین خاں نزد مسجد حاجی رانجھے
...خاں گلی نایاں والی میں اپنے آبائی مکان میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے
...تو آپ لوگ ملاں جی کے لقب سے پکارتے تھے۔ بہت ہی نیک دل
...اور ملنسار تھے۔ آپ موضع کھارا جو کہ قصور شہر کے شمال کی طرف تقریباً
...۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے، ایک دکان پر لوہار کا کام کرتے تھے
...اور زمینداروں کے لئے زرعی اوزار بناتے اور پرانے مرمت کرتے
...تھے۔ ایگری کلچرل اوزاروں کے علاوہ بازار کا کام مثلاً کاٹھیوں کے
...لوہے کا سامان بنا کر میاں غلام فرید (المشہور بعد میں غلام فرید محمد شفیع
...کارخانہ مور والے) کو دیتے رہتے تھے۔ کاٹھیوں کے لوہے کا
...سامان بنانے میں بہت مشہور تھے۔ آپ اس فن میں بہت ہی مہارت
...رکھتے تھے۔ بڑے جوان اور بارعب آدمی تھے۔ گھڑ سواری کا بہت

Marfat.com

شوق رکھتے تھے۔

آپ کی اولاد

آپ کے ہاں اولادِ نرینہ میں صرف ایک ہی لڑکا نور محمد جو اس کت
کے مرکزی ہیرو یا فرد کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کتاب کے روحِ رو
بھی ہیں، تولد ہوئے۔ اور چار لڑکیاں جن کے نام یہ ہیں :-

فتح بی بی بڈھاں بی بی جنّت بی بی راجن بی

فتح بی بی[۱] : اِن کا نکاح مستری عمر الدین کے ساتھ ہوا۔
اولاد ہونے کے باوجود سب کی سب اولاد عہدِ طفولیت ہی میں
پا گئی۔

بڈھاں بی بی[۲] : ان کے ہاں صرف ایک ہی لڑکی پیدا ہوئی
کا نام حاجن کرم بی بی تھا۔ یہ کرم بی بی حاجی فضل الدین قنونی کے
میں آئی۔

جنّت بی بی[۳] : ان کا نکاح مستری عمر الدن ولد چوہدری قمرا
کے ساتھ ہوا۔

نوٹ : یہ مولوی قمر الدین وہی ہیں جنھوں نے دیوانِ قمر
یہ فارسی زبان میں تھا۔ بہت ہی عالم فاضل تھے۔ جنّت بی بی
ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد دین تھا۔ یہ عین عنفوانِ ش
میں ہی فوت ہو گیا۔

Marfat.com

راجن بی بی : ان کا نکاح جناب اللہ دتہ کے ساتھ ہوا۔ ان کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

حاجی محمد امین محمد شفیع طالب حسین خوشی محمد چغتائی

اور ایک لڑکی جس کا نام غلام فاطمہ ہے پیدا ہوئی۔

میاں احمد دین صاحب جو کہ راقم الحروف کے حقیقی دادا جان تھے، بہت ہی شریف الطبع، دیندار، پرہیزگار تھے۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے ——— انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۳۔ مستری میاں امام الدین صاحب مرحوم (تیسرا لڑکا)

آپ اندرون کوٹ بدر دین خاں قصور نزد مسجد حاجی رانجھے خاں گلی نایاں والی میں پیدا ہوئے۔ عہدِ طفولیت سے نکل کر عہدِ شباب میں قدم رکھا۔ کچھ عرصہ لوہار کا کام کیا پھر جینگ فیکٹری میں فٹر کا کام سیکھ کر جینگ فٹر ہو گئے۔ آپ اپنے ہم عصر فٹروں سے سبقت لے گئے۔ اس اثنا میں اسٹیم انجن بوائلر کے کام کی لگن پیدا ہوئی تو انجینئرنگ کا امتحان پاس کر لیا۔ قصور میں یہ پہلے انجینئر تھے جنھوں نے یہ انجینئر کا امتحان پاس کیا۔ مختلف فیکٹریوں میں انجینئرنگ کے کام کی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو ہی اپنے لائق فائق بھتیجے نور محمد جو کہ اس کتاب کی مرکزی شخصیت کے حامل ہیں، کی استادی کے شرف حاصل ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے بڑے ذی فہم ہنرمند اور فنِ انجینئرنگ میں یدِ طولا کا درجہ رکھتے تھے۔ قصور کے

Marfat.com

مشہور انجینیروں نے آپ سے استفادہ اور زانوئے تلمذ طے کئے ہیں۔
المختصر! آپ ایک قابل ترین انجینیر تھے اور پورے دین دار تھے۔

اولاد

آپ کے ہاں دو لڑکے غلام قادر اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ دونوں
عین عنفوانِ شباب میں آپ کو داغِ مفارقت دے گئے۔ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں
جن کے نام تھے جھنڈو بی بی، امام بی بی اور فضل بی بی۔ جھنڈو بی بی
اور امام بی بی یکے بعد دیگرے حاجی فضل دین ولد مستری اللہ دتہ برف خا
والے کے عقد میں تھیں اور فضل بی بی کا احمد دین ولد مستری عبداللہ چکی
والے کے ساتھ نکاح ہوا۔ اس طرح مستری امام الدین کامیاب ترین
زندگی گزارنے کے بعد بعمر ۷۵ سال کی عمر میں راہیِ ملکِ عدم ہو گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

چوہدری خدا بخش کی دو لڑکیاں

۱۔ بیگم بی بی ——— ان کا نکاح مولوی قمر الدین جو
دیوانِ قمر بزبانِ فارسی کے مصنف ہیں، سے ہوا۔ اردو، فارسی، عربی
جیّد عالمِ دین تھے۔ مشہور ہے کہ ان کے زمانہ میں ٹرانسپورٹ کا خاطر خوا
انتظام نہ تھا۔ اور یہ مولوی قمر دین اور میاں حاجی محمد چھوٹی مسجد کے ا

Marfat.com

کے والد صاحب مرحوم میاں حسن محمد، دونوں صبح کی نماز پڑھ کر جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنے لاہور کی شاہی مسجد میں پیدل جاتے اور نماز جمعہ ادا کر کے دوسرے دن علی الصبح قصور کے لئے پیدل چل کر گھر پہنچ جاتے۔ ایسے دین دار اور باہمت اشخاص کا قحط الرّجال ہے۔ کہاں وہ باہمّت اور اولوالعزم اشخاص اور کہاں یہ بازار سے سبزی وغیرہ لانے کے لئے سائیکل یا کسی سواری کا سہارا ڈھونڈنے والے۔ یہ ہے انقلاباتِ زمانہ!

ان کے ہاں ایک لڑکا عمرالدین اور دو لڑکیاں فاطمہ بی بی اور حیات بی بی پیدا ہوئیں۔ لڑکے عمرالدین کا نکاح جنّت بی بی بنت میاں احمد دین سے ہوا یاد رہے کہ مستری عمرالدین نے کارخانہ میاں رحیم بخش والا، بعد میں کارخانہ ڈالیاں والا کی ارکیشن کی تھی۔ مستری عمرالدین کافی پڑھے لکھے تھے اور ان کو انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کی ایک کتاب انگریزی زبان کی جو کہ پھوپھی جنّت بی بی نے راقم الحروف کو دی تھی، یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

فاطمہ بی بی: ان کا نکاح مستری علی محمد ولد مستری عبداللہ چکّی والے سے ہوا۔ یاد رہے کہ فاطمہ بی بی کی دو پوتیاں یعنی ان کے بڑے صاحبزادے محمد رمضان کی دو لڑکیاں راقم الحروف کے دونوں بھائیوں حاجی محمد شفیع کے عقد میں کرم بیگم اور حاجی محمد صدیق کے عقد میں فضل بی بی آئی ہوئی ہیں۔

حیات بی بی: ان کا نکاح مستری حاجی محمد دھوڑکوٹ والے سے ہوا۔

Marfat.com

دوسری لڑکی بخاور بی بی _____ ان کا نکاح
مستری خدا بخش اٹھیل پور والے سے ہوا۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا
نظام دین اور ایک لڑکی مراد بی بی تھی۔ مراد بی بی کا نکاح کرم بخش ولد اللہ
بخش آف کیسر گڑھ کے ساتھ ہوا۔

○ ○ ○

یہاں تک تو اپنے جدِ امجد چوہدری خدا بخش، چوہدری محمد بخش و میاں
امام الدین النجیبؒ و میاں احمد دین صاحبان کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا گیا۔
ان اصحاب کی زندگیوں کے متعلق اپنے قریبی عزیز حاجی فضل الدین صاحب
کنونی کی زبانی معلومات پر مبنی حالات قلمبند کئے۔ اب میں اپنے والدِ
گرامی قدر جو اس کتاب کے مرکزی کردار ہیں، کی سوانح حیات تحریر کرنے
کی ناکام کوشش و سعی کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ
میں نے ان کی پوری زندگی کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ والدِ بزرگوار گرامی قدر کی
زندگی تو ایسی صاف و شفاف اور ارفع و اعلیٰ تھی جو کہ ظاہری رنگینیوں سے
مبرّا تھی ہیں بغیر کسی قسم کی لگی لپٹی کے اظہارِ حقیقت کے طور پر اپنی کم علمی کا
اعترافِ عجز کر لینا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں یہ مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ
میری علمی کمزوری اور گناہوں سے پُر آلود زندگی سے چشم پوشی فرما کر اپنے
خاندان کے حالات زندگی پڑھیں اور یہ دیکھیں کہ ہمارے اسلاف کتنے سادہ
نیک، پارسا، خلیق، ملنسار، کشادہ ظرف اور تکلفات سے پاک تھے۔
دعا ہے کہ خداوندِ کریم ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے ـــ آمین!

Marfat.com

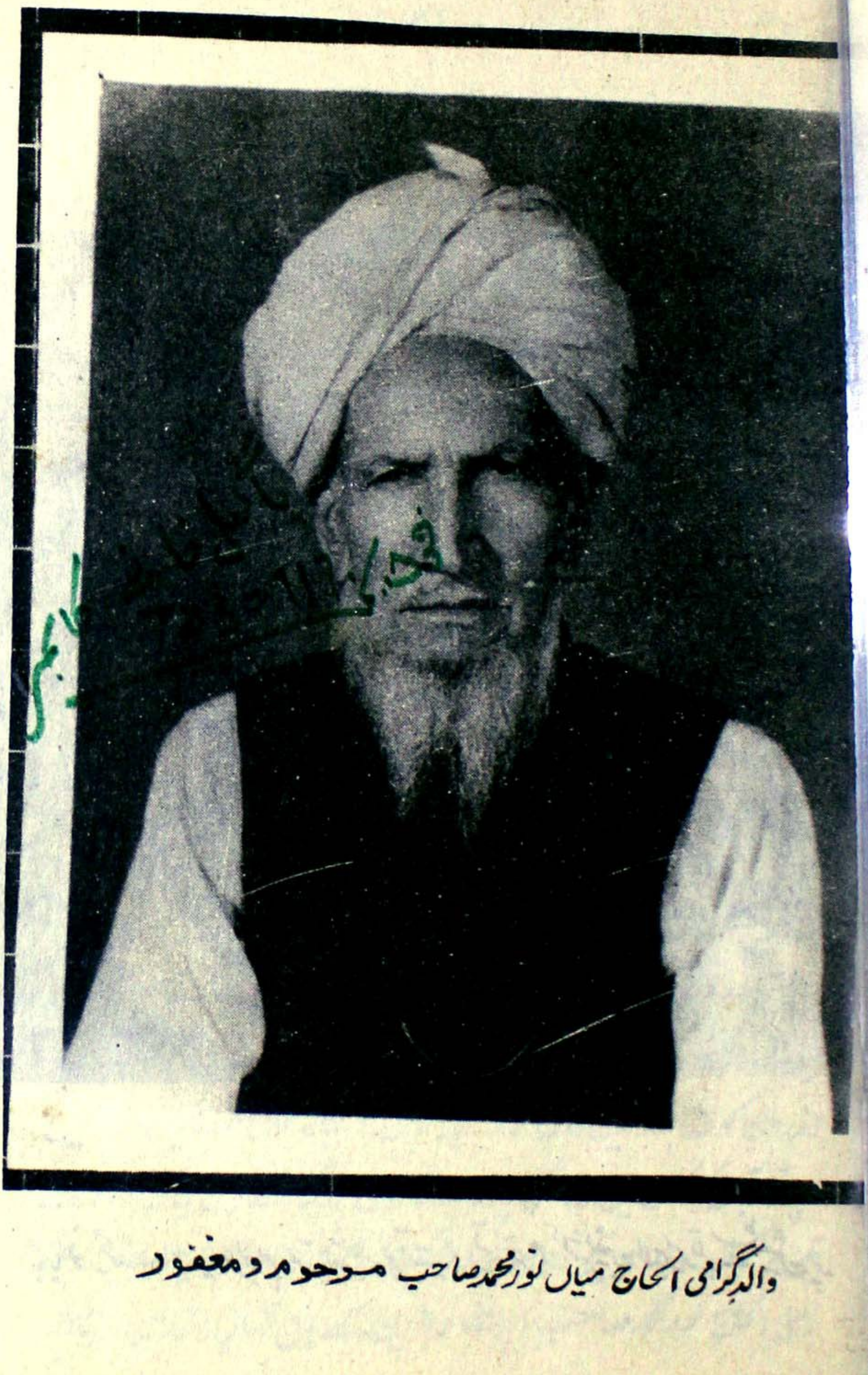

والدِ گرامی الحاج میاں نور محمد صاحب مرحوم و مغفور

Marfat.com

بابا نور محمد صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ بوقتِ واپسی حرمین الشریفین لاہور ریلوے سٹیشن پر

Marfat.com

قبلہ و کعبہ الحاج میاں نور محمد صاحب مرحوم و مغفور

کی

تاریخ و محلِ ولادت

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

○

قبلہ والد صاحب یعنی باباجی کے والدِ بزرگوار میاں احمد دین مرحوم بہت ہی نیک دل اور ملنسار بزرگ تھے۔ اِردگرد کے دوست احباب اور اپنی برادری میں ملّاں جی کے لقب سے پکارے اور جانے پہچانے جاتے تھے، یعنی سب لوگ ان کو ملّاں جی کہہ کر بلاتے تھے۔ آپ قصور اندرون کوٹ بدر دین خاں نزد مسجد حاجی رانجھے خاں محلہ نایاں والا میں اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر تھے۔ اس بزرگ کے ہاں یکے بعد دیگرے تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ ان تین لڑکیوں کے بعد اولادِ نرینہ باباجی موصوف یعنی الحاج نور محمد صاحب اپنے والدین کے ہاں نہالِ امید میں پہلے

Marfat.com

پھول کھلے یعنی پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ کے مورثِ اعلیٰ چوہدری خدا بخش جو کہ آپ کے حقیقی دادا تھے، سے لے کر کسی تایا چچا کے ہاں اولادِ نرینہ کا فقدان تھا اس لئے جب بابا جی موصوف کا ورودِ مسعود ظہور پذیر ہوا یعنی تولد ہوئے تو خاندان میں اتنی خوشی اور مسرت ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔ سارے خاندان میں یہی اولادِ نرینہ تھے۔ ان کی پیدائش پر خاندان بھر میں مشترکہ خوشی منائی گئی۔ خاندان کے ہر فرد نے اپنی اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کیا جس کا تذکرہ قرطاس پہ لانا مشکل ہے۔ کسے معلوم تھا کہ یہ نومود اپنے خاندان کی کایا پلٹ کے دے گا۔ اس سے زیادہ سعادت مند اولاد کس خوش نصیب والدین کے حصہ میں آئی ہوگی۔ والدین نے آپ کا نام نور محمد رکھا۔ خاندان کے سب لوگ ان کو نور ماہی پیار و محبت سے کہہ کر پکارتے تھے۔ صغیرِ سنی سے نکلتے ہی نور محمد کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے مشہور ہوئے۔ نام اور القاب اٹکل یا اعتمادی سے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ خصوصیات کا اس میں مطلق عمل دخل نہیں ہوتا اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ غیب کی باتیں کون جانے۔ والدین نے شاید کس ساعتِ سعید میں نام تجویز کیا کہ وہ فی الحقیقت اسم با مسمیٰ نکلے۔ نور محمد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور۔ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں تا حیات سرشار رہنا، زندگی بھر اسلام پسندی کا عملی مظاہرہ، صوم و صلوٰۃ کی تازیست پابندی کرنا جس کے اپنے گرد و نواح تو کیا، بیرون جات کے لوگ شاہد ہیں۔ ان کی نشست و برخاست صرف اسلام دوست احباب کے ساتھ ہی رہتی۔ یعنی ان کا حلقہ اسلام پسندوں

Marfat.com

کے ساتھ تھا۔

حضرت فقیہہ العصر مولانا عبدالرحمٰن صاحب خطیب جامعہ رحمانیہ مسجد کوٹ فتحدین خاں سے اتنی والہانہ عقیدت تھی کہ دن میں ایک دفعہ ان کی خدمت عالیہ میں ضرور حاضری دیتے۔ آپ اس حاضری کو اپنی کمال سعادت مندی سمجھتے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی باباجی کے ساتھ والہانہ محبت اور شفقت سے پیش آتے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے تھے۔

ثنا خواں ہیں پرائے جن کے اپنے جس پہ نازاں ہیں

بچپن

آپ کی ولادت کے باب میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ سارے خاندان میں اکیلے اولادِ نرینہ تھے جس کی وجہ سے والدین اور عزیز و اقارب کی محبت و شفقت آپ کے حصہ میں اتنی وافر آئی جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے ہاں اولاد نرینہ کا فقدان ہو۔ مثل ہے کہ پوت کے پاؤں پالنے ہی میں نظر آتے ہیں۔ یہ مثل اس نونہال یعنی حضرت باباجی کے بچپن پر صادق آتی ہے۔ باباجی بچپن ہی سے خاموش، سنجیدہ اور متین تھے۔ قدرت نے آپ کو فطرتاً صفائی پسند اور شریف النفس طبع ودیعت کی تھی۔ عام بچوں کی طرح بات بات پر مچلنے کی عادت نہ تھی۔ ماں باپ، خویش اقارب اکثر پیار سے ان کو ماہی کہہ کر پکارتے اور بلاتے تھے۔ اُن کے

بچپن میں کوئی قید تو نہیں تھی کہ کھیلنے کودنے کی بالکل ممانعت یا پابندی ہو مگر خاندانی اور گھریلو حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ سبھی افرادِ کنبہ ان کو اتنے پیار و محبّت اور شفقت سے نوازے رکھتے کہ کھیل کود کے مواقع بہت کم میسّر آتے۔ اس عدیم الفرصتی کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ گھر سے باہر جانے اور عام بُری صحبتوں میں پڑنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتّفاق نہ ہوتا۔ گھر کا ماحول اسلامی تھا۔ والدین انتہائی اسلامی ذہن رکھتے تھے۔ غیر اسلامی ذہن رکھنے والے کنبے اپنے بچّوں کو جو پریوں، جنّوں اور بھوتوں وغیرہ کے قصّے کہانیاں سنا سنا کر بچوں کے دلوں پر بُرے اثرات مرتّب کرتے رہتے ہیں، ان کا کُنبہ ایسی بیہودہ باتوں سے پاک تھا۔ ان کے گھر میں اسلامی ماحول کی باتیں یعنی خدا کے نیک بندوں کے حالاتِ زندگی، نیکی، پارسائی اور اسی قسم کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ واقف ناواقف ہمجولیوں سے دستِ گریبان ہونا آپ کا شیوہ نہ تھا۔ تقریباً ۵، ۶ سال کی عمر ہوئی ہوگی کہ آپ کے والدین کوٹ بدر دین خاں والے مکان سے کوٹ فتح دین خاں محلہ کمبوآں میں منتقل ہو گئے۔ گھر کے نزدیک ایک چھوٹی سی مسجد تھی جن کے امام میاں حاجی محمد صاحب مرحوم تھے، والدین نے اپنے اس ہونہار بچّے کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے میاں حاجی محمد صاحب کی تحویل میں دے دیا۔ میاں حاجی محمد صاحب نے بچے کی ذہانت، متانت اور سنجیدگی کو جب دیکھا تو ان کی پڑھائی پر خاص توجّہ فرمائی۔ باباجی موصوف اپنی محنت کے بل بوتے پر اور خداداد ذہانت کے طور پر عام طالب علموں کی سطح سے ہمیشہ بلند رہے

Marfat.com

استاد اس خاموش طبع، ذکی اور انتہائی ذہین شاگرد کی کارِ رفتار سے ہمیشہ مطمئن رہتے۔ آپ نے عام طالب علموں سے بہت ہی کم عرصہ میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔

عہدِ شباب

حضرت باباجی کے والدِ بزرگوار میاں احمد دین صاحب مرحوم کا ذریعۂ معاش موضع کھارا میں تھا۔ کھارا قصور شہر سے تقریباً ۴ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ وہاں پر ایک دکان میں لوہار کا کام کرتے تھے۔ موضع کھارا کے تمام زمیندار اپنے زرعی آلات ان سے بنواتے اور پرکنے مرمّت کرواتے تھے۔ ایک طرح سے سال بھر کے لئے کنڈیکٹ یعنی (سیپی) مقرر تھی اور اس معاوضہ سال کے بعد گندم اور کپاس کی مقررّہ شرح حد تک ادا کر دیتے۔ کچھ اور دن بھر میں نقد کی صورت میں کام آجاتا جس سے گھر گزر بسر ہو جاتی

چونکہ آپ کے والد صاحب اکیلے ہونے کی وجہ سے کاروبار میں وسعت نہیں دے سکتے تھے لہٰذا کاروبار میں وسعت کے پیشِ نظر باپ کو معتمد ساتھی کی ضرورت تھی۔ باباجی موصوف ابھی طالب علمی کے زمانہ کو ترک کرنا نہیں چاہتے تھے مگر والد صاحب مُصر ہوئے کہ اب وہ عملی زندگی میں قدم رکھیں اور کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اِدھر ہو سکتا ہے کہ تعلیم کو چھوڑنے کا بیٹے کو گراں گزرا ہو مگر فرمانبردار بیٹے نے لب تک نہ ہلائے اور نہایت سرِ خندہ پیشانی سے والدِ گرامی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ان کی صدا پر عملی

Marfat.com

لبیک کہنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کے والد صاحب نے موضع کھارا آنے جانے کے لئے ایک گھوڑی رکھی ہوئی تھی چنانچہ اب باپ بیٹا دونوں اس پر سوار ہو کر اپنے کام پر جانے لگے لہٰذا باباجی موصوف ماں باپ کے لیے عین راحت ثابت ہوئے اور موجبِ سعادت ہوئے۔ سعادت مند بیٹے نے لگ لپٹ کر وہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا کہ بہت جلد ہی کاروبار میں دن بدن وسعت کے ساتھ گھر میں عسرت سے خوشحالی آنے لگی۔ باباجی موصوف نے اپنے باپ کے معتمد بلکہ دستِ راست ہونے کے ساتھ ساتھ کاروبار میں ایسا حسنِ انتظام اور کارکردگی دکھائی کہ کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔ ع ——— اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

باباجی ان خوش بخت لوگوں میں سے تھے کہ مشکلیں جن کی راہ میں غبار و خاکستر بن کر اڑ جایا کرتی ہیں۔ رحمتِ خداوندی جب جوش میں آتی ہے تو ابرِ کرم کہاں نہیں برستا مگر تمام زمین لالہ وزار نہیں بن جاتی۔ ہر شخص بابا نور محمد نہیں ہو سکتا۔ آہستہ آہستہ باباجی موصوف زندگی کے مراحل طے کر رہے تھے۔ اب وہ لڑکپن کے حسین سبزہ زاروں سے نکل کر شباب کی رنگین وادیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس نہج پر آکر نوجوان اپنے ماں باپ کے لئے اکثر وجہِ تردد یا پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں مگر باباجی موصوف میں وہی متانت، وہی سنجیدگی اور وہی پاکیزگی تھی جیسی جھلکیاں اُن کے بچپن میں پائی جاتی تھیں۔

آپ نے جب عمر کی سولھویں بہار میں قدم رکھا تو والدین اور خویش و

اقارب نے باہم مشاورت سے اپنے ہی کنبہ کی لڑکی کا اِنتخاب کرلیا

پہلی شادی

آپ کی نسبت میاں کالو کی دخترِ نیک اختر مسمّات اللہ جوائی سے کر دی گئی۔ میاں کالو کے تین لڑکے میاں حاجی محمد، میاں شادی محمد، میاں چراغ دین تھے۔ نسبت کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ کی پہلی شادی اللہ جوائی سے کر دی گئی۔ خاندان میں بیحد خوشی منائی گئی۔ کنبے میں آپ شرافت، دیانتداری، اچھی عادات وکردار، اچھی سیرت جو آپ کو خاندان سے ورثہ میں ملے تھے، خوب خوب نمایاں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان کا ہر فرد آپ کی عزّت وتکریم کرتا تھا۔

یہ ہنسی خوشی کے دن، ماہ اور سال گزرتے گئے۔ شادی سے تقریباً دو سال بعد اِس گلشنِ مسرّت پر ایسا تند وتیز ہوا کا جھونکا آیا کہ آپ کے شفیق باپ بسترِ علالت پر گر گئے۔ چند دن صاحب فراش رہے۔ آخر وہ دن بھی آپہنچا جسے اِنسان قریب ہونے کی بجائے بہت دور سمجھتا ہے۔ موت کی وہ گھڑی جس سے شاہ وگدا مُفر نہیں کہ وہ ساعتِ بد آپہنچی جب ظالم نے اپنا کام پورا کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت ——— سالارِ کارواں کی موت ——— وہی گھر جو صبح نہار مسرّتوں کا گہوارہ تھا، شام کو صیادِ اجل کے تیر سے ماتم کدہ بن گیا۔

بابا جی موصوف جو اس وقت عین شباب کی منزلیں طے کر رہے تھے

اُن پر کیا کچھ گُزر گئی بس کچھ نہ پوچھیئے ؎

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے
کہوں غم ستم کا میں کیا بیاں میرا غم سے سینہ فگار ہے

فانی ہر ایک چیز یہاں لا کلام ہے
کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

ہر شئے مُسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مُرغ و ماہی

کل من علیہا فان

تجہیز و تکفین کا تمام بوجھ آپ کے نوجوان اور ناتجربہ کار کندھوں پر تھا۔ گھر میں قیامتِ صغریٰ برپا تھی۔ ایک کہرام سا مچ رہا تھا۔ بالآخر تجہیز و تکفین و تدفین کے بعد شفیق باپ کی وفات نے جہاں باباجی موصوف کا دل بیٹھا دیا وہاں فرائض کا پہاڑ بھی ان کے سر پر لا کھڑا کیا۔ ایسا شفیق اور مہربان باپ داغِ مفارقت دے گیا۔ کافی عرصہ تک آپ پر غم و اندوہ کے بادل چھائے رہے۔ آپ بہت ہی غمگین رہنے لگے۔ ایسے محسن اور مربّی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اکیلے پن پر بہت ہی پریشان رہتے۔ ان کی مثال ایسی تھی جیسے ایک مسافر ٹکٹکی باندھے چاروں طرف دیکھ رہا ہو، کشتی پر سوار ہو اور ہاتھ سے چپّو بھی گر جائے اور اس کی کشتی پانی کی تیز و تند لہروں

Marfat.com

کی لپیٹ میں آجائے اور زمین کا کنارہ ابھی دُور ہو۔ کافی عرصہ تک طبیعت مذبذل رہی۔ باباجی موصوف کا عین عنفوانِ شباب تھا۔ خون اُن کی رگوں میں جوانی کے گیت گا رہا تھا مگر اس کم سنی میں بھی سن رسیدہ لوگوں کی سی متانت اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ آدمی نقصانِ مال و نقصانِ جان سے آزمایا جاتا ہے اور جو لوگ اس آزمائش پر پُورا اترتے ہیں، دین و دنیا کی سعادتیں انہی کی راہ تکتی ہیں اور دنیا کی کوئی صبر آزما صعوبت ان کی جولانیٔ قدم کو روک نہیں سکتی۔ ایسے وقت میں آپ کی والدہ ماجدہ جو ایک اولوالعزم، دانشمند اور زیرک خاتون تھیں اپنے بیٹے کی ایسی ڈھارس بندھائی اور اپنے بیٹے کی ممدّ و معاون ثابت ہوئیں کہ بیٹا پورے انہماک اور جوش و خروش سے کام میں مصروف ہو گیا۔ باباجی موصوف کے چہرے پر جہاں غم و اندوہ کے آثار تھے وہاں عزم و استقلال کے نقوش بھی نمایاں تھے جن حالات میں باباجی موصوف نے زندگی کی شبِ غم گزاری اگر کوئی اور ہوتا تو زندگی کی راہ پر ہار کر بیٹھ جاتا۔ لیکن تلخیٔ ایام میں موصوف نے جلد سنبھالا لیا اور وہ اپنے کام میں اس قدر محو ہو گئے کہ اس ہونہار سپوت نے باپ کے نام کو زندۂ جاوید کر دیا۔ بقول شخصے ؎

توفیق باندازۂ ہمّت ہے ازل سے
جو بڑھ کر خود اُٹھا لے ہاتھ میں ساغر اُسی کا ہے
ہے قوتِ بازو میں تیری رازِ سعادت
تُو ڈھونڈتا پھرتا ہے اسے بالِ ہما میں

باباجی موصوف کے والد صاحب کی وفات کے بعد ایک سال موصوف

Marfat.com

کے گھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا۔ چونکہ کُنبہ بھر میں اولادِ نرینہ کا قحط الرّجال تھا۔ خاندان میں آپ موصوف کے بعد یہ دوسرا لڑکا تولد ہوا۔ کنبہ بھر میں خوشی منائی گئی اور اس لڑکے کا نام اسلام دین رکھا گیا۔ سچ ہے ؎

ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے
تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خون جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے
ایّام ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے

اس نومولود اسلام دین کی پیدائش کے وقت اس کی والدہ بیمار ہوگئی۔ بیماری اتنی مُہلک ہوگئی کہ بچّہ کو دُودھ بھی نہ پلا سکی۔ دادی نے اپنے دودھ پر اس بچہ کی پرورش کی۔ ابھی یہ بچّہ تقریباً تین ماہ کا ہی ہوا تھا کہ شفقتِ مادر سے محروم ہوگیا۔ یعنی والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا یعنی باباجی موصوف کی شریکِ حیات کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی رفیقۂ حیات نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور عُمر بھر کی رفاقت کو توڑ کر چلتی بنی۔ باباجی موصوف کو یہ جانکاہ صدمہ ان زندگی میں تیرِ قضا کی سی ایک چُبھن تھی جو بے وقت ناگہانی صُورت میں آئی جس سے طبیعت بالکل نڈھال اور مضمحل ہوگئی ؎

ہر چیز کو ہے وقتِ مقرّر نے گھیرا ○ پر نہیں اے موت وقت مقرّر تیرا

جب وقتِ اجل آتا ہے نہ یہ ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے نہ آگے۔ قضا و قدر نے جو موت کا فتویٰ دے دیا ہے وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا ؎

فکرِ منزل ہوگئی اُن کا گزرنا دیکھ کر ○ زندہ دل میں ہوگیا اور کس کا مرنا دیکھ کر

باباجی کی مشتِ خاک کے اجزائے زندگی پریشان نے ایسی چُپ سادھ لی کہ زبان قال پر مُہرِ سکوت لگ گئی۔ دل کو اس قدر دھچکا لگا جو بیان سے باہر ہے۔ اس ناگہانی اور المناک صدمہ سے بہت ہی نڈھال ہو گئے۔ مدت تک اس صدمہ کا اثر دل پر رہا۔ کام کاج سے طبیعت اُچاٹ ہو گئی۔ اس وقت آپ کے حقیقی چچا میاں امام الدین صاحب مرحوم و مغفور کی صُحبت و شفقت کام آئی جو اپنے وقت کے بڑے مشہور و معروف انجینئر تھے اور آپ کے نہایت ہی مُونس و غمگسار تھے۔ یوں تو آپ کے کنبہ کے سبھی افراد نے آپ کی غمگساری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مگر آپ کے چچا جان نے آپ کی وہ ڈھارس بندھائی اور رہنمائی فرمائی کہ باباجی موصوف زندگی بھر اُن کے احسان کا تذکرہ کرتے رہے۔

باباجی موصوف چاچا جی کے مشورہ سے موضع کھارا کے کاروبار سے دستبردار ہو گئے اور چاچا جی کے ساتھ کارخانہ میں کام پر لگ گئے۔ چاچا جی نے آپ کو اپنی شاگردی سے نوازا اور اس قدر محنت اور تندہی سے کام سمجھایا اور سکھلایا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بڑے بڑے نامی گرامی فرموں میں اُن کا شمار ہونے لگا۔ ہر جینگ فیکٹری کا مالک اپنی فیکٹری میں آپ کو ملازم رکھنے کی تمنّا اور خواہش رکھتا اور باباجی موصوف کو دوسرے فرموں سے کچھ اضافی تنخواہ دیتا۔ اس بات کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ میاں محمد شفیع صاحب مالک کارخانہ مور والا تھور کے ہاں تقریباً ۱۵ سال متواتر ملازمت کرتے رہے اور دوسرے فرموں سے اضافی تنخواہ بھی پاتے رہے۔ نیز اسی کارخانہ

میں آپ نے انجینئر کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بیسیوں تک ہے جو اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے کاریگروں میں شمار ہوئے۔ پھر آپ مختلف فیکٹریوں میں انجینئرنگ کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے جب کہ آپ پیرانہ سالی میں تقریباً پندرہ سال تک پتّو کی جننگ فیکٹری میں رہے۔

کچھ بڑھاپے اور کچھ بیٹوں کے پُرزور اصرار پر آپ نے کئی دفعہ ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کیا اور کئی دفعہ مالکان کو جواب دے دیا کہ آئندہ سیزن آنے پر ملازمت ترک کر دُوں گا مگر ہر دفعہ کارخانہ کے مالکان کی منّت سماجت آڑے آئی۔ وہ آپ کو مجبُور کرتے اور کہتے کہ باباجی! آپ کے دم قدم سے ہمارے یہاں برکت ہے اور آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں بہت زیادہ منافع دیتا ہے۔ ہم آپ کو ضرور لے جائیں گے۔ آخر بھٹّو دور میں جب فیکٹریاں قومی ملکیت میں لے لی گئیں تو آپ نے کام چھوڑ دیا اور بقیہ عمر گھر پر ہی گزاری۔

دُوسری شادی

موضع اکرپُورہ ضلع لاہور جو پٹّی کے پاس واقع ہے وہاں پر بابا جی موصوف کے رشتہ دار میاں کریم بخش صاحب جو اپنے گاؤں کے حوالدار بھی تھے رہا کرتے تھے۔ آس پاس کے دیہات میں میاں کریم بخش کی شرافت، دیانتداری اور ایمان داری کا چرچا تھا۔ گاؤں والے اُن کو ملّاں جی کہہ کر پکارتے تھے اپنی قوم کے علاوہ گاؤں کے ہندُو سکھ بھی ان کی بڑی عزّت و تکریم کرتے تھے۔ آپ کی دیانتداری اور شرافت کو دیکھ کر لوگ اپنے گھریلو تنازعات

آپ کی طرف رجوع کرتے۔ اُن کو ثالث مقرر کرتے۔ آپ ایسا غیر جانب دارانہ فیصلہ کرتے کہ سبھی لوگ خوش ہو جاتے۔

میاں کریم بخش کے دامنِ مُراد میں چار گوہر تھے۔ ان میں سے بڑی لڑکی اللہ رکھی کا نکاح باباجی موصوف سے ہوا۔ یہ آپ کی دوسری رفیقۂ حیات تھی۔ مائی اللہ رکھی اپنے باپ میاں کریم بخش کا بالکل پرتو تھیں۔ نہایت پاکباز، شریف الطّبع، راست باز، نیک دل خاتون تھیں۔ باباجی کے گھر میں ان کا قدم ہر لحاظ سے مبارک ثابت ہوا۔ آپ کی یہ شادی سسرال کے لئے بھی نیک فال ثابت ہوئی۔ آپ سُسرال والوں میں ایک قسم کی لکشمی دیوی بن کر آئیں۔ یہ نیکدل خاتون اپنے خاوند کی بڑی خدمت گار اور گھریلو مشاورت میں ہر طرح سے ممد و معاون تھیں۔ اپنی خوش خلقی، تحمّل مزاجی، راست گفتاری سے سسرال والوں میں ایسی رچ بس گئیں کہ خاندان کے سبھی افراد ان سے عزّت و توقیر سے پیش آتے۔ آپ ایک مثالی رفیقۂ حیات تھیں۔ اپنے شوہر کی راحت اور تکلیف میں برابر کی شریک رہتیں۔

آپ کے بطن مبارک سے تیرہ[۱۳] لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چار لڑکے بچپن میں فوت ہو گئے۔ باقی سب اولاد آپ کی حیات تک زندہ رہی۔ باباجی موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اتنی اولادِ نرینہ عطا فرمائی جو کنبہ بھر میں کسی کے نصیب نہ آئی۔

نوٹ: مائی اللہ رکھی جو کہ راقم الحروف کی والدہ ماجدہ تھیں، ان کی زندگی کے حالات آئندہ صفحات میں مدلّل تحریر ہیں۔ "میری ماں" کے عنوان

Marfat.com

سے اُن کی سوانح عُمری الگ مدلّل مفصّل آئندہ صفحات کی زینت ہے۔

باباجی موصوف کی والدہ ماجدہ کی رحلت

باباجی موصوف کے والدِ گرامی میاں احمد دین صاحب مرحُوم و مغفُور چُونکہ آپ کے عین عنفوانِ شباب ہی میں آپ کو داغِ مفارقت دے گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی والدہ نے آپ کی تربیت کی یعنی آپ پر سایۂ عاطفت اور آغوشِ شفقت میں لے کر آپ کی ایسی تربیت کی جس کا رنگ و اثر عمر بھر رہا۔ آپ کی والدہ ایسی نیک دِل، عابدہ، زاہدہ اور نیک سیرت خاتون تھیں کہ جن کی آنکھوں سے حیا ٹپکتی تھی۔ اسلام کی شیدائی، پاک بازی کا مجسّمہ، نمازی اور اعمالِ صالحہ بے مثل میں ساری عمر گزار دی۔ ان کی تربیت سے بیٹا بھی ایسا کُندن بن کر نکلا کہ ساری عمر دین کا شیدائی بنا رہا۔ ماں کی فرمانبرداری میں کبھی کوئی فروگذاشت نہ کی۔ والدہ کے ہر حکم پر لبیک کہا اور والدہ کی دُعائیں لیتا رہا۔

بالآخر آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ کا بُلاوا آگیا یعنی پیغام اجل آگیا اور وہ اس سفر پر روانہ ہوگئیں جہاں سے لوٹ کر پھر کوئی نہیں آیا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعُون

وقت آگیا قضا آ کے لے گئی — آخر مفارقت کا داغ ہمیں دے گئی
خلّاقِ دو جہاں، یہی تجھ سے ہے التجا — اِس نیکدل خاتُون کو فردوس کر عطا

Marfat.com

حلقۂ احباب

چونکہ باباجی موصوف کا دلی میلان اسلام پسند اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے شدائیوں کا ساتھا لہٰذا اُن کا حلقۂ احباب بھی ایسے اشخاص اور بزرگوں کا ہی تھا جو اسلام پسندی اور دینداری میں یدِطولیٰ رکھتے تھے مثلاً حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفتی اعظم و خطیبِ اعظم جامعہ مسجد کوٹ فتح دین قصور (مرحوم رحمۃ اللہ علیہ)۔ حضرت مولٰینا قبلہ سیّد مبارک علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مراد خاں، حکیم فضل دین صاحب کھیمکرنی، منشی حاجی فضل دین صاحب، منشی حاجی علی محمد صاحب کوٹ عثمان خاں قصور، حاجی کریم بخش صاحب بھٹہ خشت والے وغیرہم۔

میں نے کتاب کی طوالت کے خوف سے صرف ایک مقدّس ہستی کا ذکرِ خیر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ نیز اپنی کمال سعادت مندی سمجھوں گا جن سے بابا جی کی دوستی محبّت کی حدُود سے گزر کر بے پناہ ارادت و عقیدت تک جا پہنچتی ہے۔ وہ ہستی ایک فقیر منش انسان کی ہے۔ اِک گدائے گوشہ نشین حضرت مولٰینا عبدالرحمٰن صاحب خطیبِ اعظم جامع مسجد کوٹ فتح دین خاں کی ہے۔ باباجی موصوف جب کارخانہ مورووالہ میں ملازمت کرتے تھے تو ان دنوں آپ (عبدالرحمٰن صاحب) جامع مسجد بیرون کوٹ رکندین خاں جو کہ کوٹ رکن دین خاں کے مشرقی گیٹ کے سامنے واقع ہے، میں جمعۃ المبارک کے دن خطاب فرمایا کرتے تھے۔ بابا جی موصوف بھی اسی مسجد میں نمازِ جمعہ اَدا کرنے جاتے تھے۔ یہیں سے حضرت مولٰینا عبدالرحمٰن صاحب کا والد صاحب سے والہانہ محبّت اور والد صاحب

کا ان سے عقیدت مندی کا آغاز ہوا۔ بابا جی موصوف کی سعیِ پیہم سے ہی کوٹ فتحدین خاں کے معزّزین نے حضرت مولانا موصوف کی خدمتِ اقدس میں التماس کی کہ آپ کوٹ فتحدین کی جامع مسجد میں تشریف لے چلیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نے معزّزین کی درخواست منظور فرمائی اور جامع مسجد کوٹ فتحدین خاں میں تشریف لے آئے۔ اس مسجد میں تقریباً ۵، ۷ سال تک آپ نے خطابت و عنایت فرمائی۔ حضرت مولینا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ان یادگار زمانہ لوگوں میں سے تھے جو روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ جس دور کی وہ پیداوار تھے وہ دور اب قریب قریب ختم ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا صاحب سراپا بے نیاز فقیر تھے۔ موٹے کھدّر کی قمیض، ٹخنوں سے اونچا تہ بند، سر پر سفید ململ کی پگڑی، پاؤں میں دیسی ساخت کی جوتی۔ یہ تھا مستقل لباس۔ بڑی سے بڑی محفلوں اور جلسوں میں اسی لباس سے جا نکلتے۔ سکول ٹائم میں تہبند کی جگہ شلوار پہن لیتے تھے۔ اپنی جلوہ فرمائی کے لئے عمر بھر کسی جُداگانہ لباس کا اہتمام نہیں کیا۔ استغناء کا یہ عالم تھا کہ کسی بڑے سے بڑے آفیسر اور امیر کبیر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ جس طرح ایک مستند عالمِ دین تھے اسی طرح صوفی منش فقیر بھی تھے، لیکن نہ علم و فضل کے بلند بانگ دعوے اُن کے ہاں تھے اور نہ ہی روحانیّت کے چرچے۔ ہر چیز خاکساری میں مضمر تھی۔ جہاں تک ادبی فصاحت و بلاغت کا تعلّق تھا، یقیناً آپ ادیبِ کامل تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور ٹی پنجاب کے امتحانات امتیازی حیثیّت سے پاس کئے اور ساتھ فاضلِ دیوبند

Marfat.com

بھی تھے۔ آپ نے حضرت مولینا حسین احمد مدنی سے کسبِ فیض حاصل کیا۔ آپ نے ابتدا میں اپنے استاد حضرت مولانا فیض پوری جیسے جیّد عالمِ دین سے کسبِ فیض حاصل کیا۔ آپ کو حضرت میاں شیر محمدؒ صاحب شرقپوری سے رُوحانی نسبت تھی۔ نیز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہانن پُوری جیسے عالمِ جیّد کی شاگردی کا فخر بھی حاصل ہے۔ قدیم تہذیب و معاشرت کے زبردست علمبردار تھے۔ ایک عابد گوشہ نشین، ایک زاہد شب زندہ دار اور تہجّد گزار تھے اور نمازِ فجر تک درود و وظائف میں محو رہتے۔ راقم الحروف نے پاکستان کے پہلے بلند بخت وزیر اعظم خاں لیاقت علی خاں کو ان کے ہاں عاجزی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اپنی رائے کے بے خوف اظہار میں جس بے باکی کا مظاہرہ کرتے تھے وہ اُنھی کا ہی حصّہ تھا۔ ان کی آنکھوں میں رعُب و جلال ایسی خداداد چمک تھی اور ملاقاتی یقیناً مرعُوب ہو جاتا تھا۔ میں ذاتی تجربے کی بناء پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت والد صاحب کی ذات فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی۔ اُن کی بزرگی و عظمت کا حال درجِ ذیل بیان کرتا ہوں :۔

میرے چھوٹے بھائی محمد شفیع بنیادی جمہوریّت کے امیدوار تھے۔ اُن کے مدِّ مقابل کی مثال ایسی تھی جیسے چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہو۔ برادرم پولنگ سٹیشن جانے سے پہلے دعا کے لئے حضرت قبلہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ برادرم نے صورتِ حال سے آگاہ کیا یعنی مقابلے کی نوعیّت بتائی۔ حضرت اقدس نے بہ صمیمِ قلب دُعا

Marfat.com

فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ! خداوندِ کریم بہتری کرے گا۔ کامیابی سے ہمکنار ہو کر آؤ گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت کی دُعا قبول ہوئی اور برادرم کامیاب و کامران ہوئے۔

آپ کی علمیّت کی ایک جھلک

شہر کی پُرامن فضا کو مکدّر کرنے کے لئے بدعتی علمائے سُوء نے اس قدر ہوا دی کہ مسائل کو الجھا دیا۔ گھر گھر قریہ قریہ مسائل کا شور و غوغا ہونے لگا یہاں تک کہ بدعتی مسائل کی وجہ سے جاہل لوگ آپس میں دست و گریباں ہونے لگے۔ پڑھے لکھے لوگ بھی اسلام کے صحیح مسائل کو سمجھنے کی بجائے غلط فہمی میں مبتلا ہونے لگے۔ ایسے وقت میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کب خاموش رہ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے شہر قصور کے علماء و فضلاء کو اکٹھا کیا اور ایک مجلس "مشاورالعلماء" کے نام سے منظّم و مرتّب کی جس کے صدر آپ اور جنرل سیکرٹری مولانا منظور احمد صاحب خطیب جامع مسجد کلاں اندرون کوٹ بدّدین مقرّر ہوئے۔ اس تنظیم کے تحت آپ نے مسجدِ عید گاہ میں ایک جلسۂ عام کا اہتمام کرایا جس میں خطابت کے لئے آپ کا نام مشتہر کیا گیا۔ اس جلسۂ عام میں معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر اُمڈ آیا ہے۔ پولیس اور انتظامیہ کی بھاری جمعیت بھی جلسہ گاہ میں موجود تھی۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ مسجد کا تمام صحن بھر گیا اور موری دروازہ تک کی تمام سڑکوں پر لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ قصور کی تاریخ میں آج تک

Marfat.com

میں نے اِتنا بڑا ہجوم کبھی نہ دیکھا تھا۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اس جلسہ کو خطاب فرمایا۔ آپ نے تقریباً ۳ گھنٹے تک فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطاب فرمایا۔ آپ نے اسلام اور شریعتِ حقّہ کی ایسی صاف اور واضح تصویر کھینچی کہ تمام حاضرینِ جلسہ اور سرکاری انتظامیہ متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علمائے سُوء کو پھر کبھی سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہ تھی حضرت مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب کی علمیّت اور بزرگی کی معمولی سی جھلک جو اختصار کے ساتھ تحریر کی گئی ہے ورنہ آپ کے علمی اور بزرگی کے کارہائے نمایاں کا اظہار میرے جیسے کم علم کے لئے بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس معمولی سی جھلک کو اس کتاب میں لانے کا مقصد حضرت والد و مولانا کی بزرگی و علمیّت سے قارئین کو روشناس کرانا ہے۔ دوسرا مقصود یہ ہے کہ قبلہ والد صاحب کی نشست و برخاست کے متعلق آگاہ کیا جائے کہ وہ کیسے کیسے بزرگوں اور اصحاب سے صحبت رکھتے تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کتاب میں ایسے بزرگ ہستیوں کے حالاتِ زندگی قلمبند نہیں کر سکتا کیونکہ یہ کتاب تو میرے آباؤ اجداد کی سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ یہ کام آپ کے اُنھی ہم عصر بزرگوں کا ہی ہے کہ جن کے ساتھ مل کر آپ نے جامعہ اسلامیہ قصور کے مہتمم اعلیٰ کی حیثیت سے درس و تدریس کے علمی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خطیبِ اعظم و مفتیٔ اعظم قصور جنکی زندگی

Marfat.com

نرم رَو تھی۔ جن کا گمنام وجُود باغِ دنیا کے لئے ایک بہار تھی جو ایک خوشبُو کی مانِند فضا میں پھیل کر ہمیشہ کے لئے اپنے چاہنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے اور آسمان کی کسی نُورانی دنیا میں جا بسے ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

میری زندگی نے اگر وفا کی تو حضرت والد صاحب کے بعض علمی اور بزرگانہ عظمتوں کے کچھ پہلو اجاگر کرنے کی سعی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ مجھے توفیقِ ارزانی فرمائیے کہ میں آپ کی حیاتِ طیّبہ پر کچھ لکھ سکوُں تاکہ موجُودہ پود اور آنے والی نسلیں اس چشمۂ حقیقت سے قیامت تک سیراب ہوتی رہیں ؎

مقدّر ہو تو خاک سے پوُچھوں کہ اے لئیم
توُ نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کِئے

والد صاحب کا حُلیہ اور سیرتِ طیّبہ

آپ چھریرے بدن کے آدمی تھے۔ میانہ قد، سفید و سُرخی مائل رنگ، باریک ناک، روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی۔ ریش مبارک تقریباً پون بالشت، چھوٹی چھوٹی مونچھیں، اعضاء متناسب الاعتدال، چہرے سے ذکاوت و شرافت ٹپکتی تھی۔ چہرہ بشرہ سے سنجیدہ، ہمدرد اور رحم دل معلوم ہوتے تھے۔

قبلہ باباجی کے اپنے مزاج کی طرح ان کے وضعِ لباس میں بھی سادگی تھی۔ آپ سر پر ہمیشہ پگڑی پہنتے جو سفید ہوتی۔ قمیض، لنگی (تہبند) پہنا کرتے

جس طرح اخلاق میں تصنّع نہ تھا اسی طرح بات چیت میں بھی قطعاً بناوٹ نہ تھی۔ جو شخص آپ کی صحبت میں بیٹھتا وہ آپ کی سادگی، حِلم، بردباری کو دیکھتے ہوئے آپ کی شریف دلی اور باطنی عظمت کا قائل ہو جاتا۔ آپ ان خصائل و عادات کا مجسّمہ تھے :

زبان میں شیرینی، گفتگو میں نرمی، خاموشی۔ پاک باز، عمل و کردار کا دھنی اور شرم و حیا کا پیکر تھے۔ وہ پُرانی وضع کے انتہائی سادگی پسند اور پرخلوص بزرگ تھے۔ اپنی نیک نیتی پر ہمیشہ نازاں تھے۔ ان کی لُو و باش اور طرزِ معاشرت میں قدیم صفات پائی جاتی تھیں۔ صلہ رحمی، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور احسان میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ اپنے غریب رشتہ داروں کے کام آتے اور مصیبت میں ان کا غم کھاتے تھے۔ وہ سب کے دُکھ سکھ میں عملی طور پر شریک ہوتے۔ مشکلوں میں ہر ایک کی امداد، ضرورت کے وقت دستگیری، بیماری میں تیمارداری اور مصیبت میں غم خواری کرتے

باباجی موصُوف کی یہ خوبی بھی تھی کہ خواہ ان کو کتنا غصّہ ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنی زبان کو دشنام طرازی سے کبھی آلُودہ نہ ہونے دیتے۔ نیکدل باپ اور پارسا والدہ کی تربیت کا اثر آخری دم تک رہا۔ کتنی بھی مصروفیت ہو، صوم و صلوٰۃ کے پابند رہتے۔ پانچ وقت نماز کے علاوہ چاشت کی نماز بھی بڑی پابندی سے ادا کرتے۔ سحر خیزی کرتے اور تہجّد نماز کی پابندی فرض کی نمازوں کی طرح کرتے۔ تہجّد اور فجر کی نمازوں کے درمیانی وقفہ میں درود و وظائف میں مشغول رہتے۔ نمازِ فجر و چاشت کے درمیانی

Marfat.com

عرصہ میں تلاوتِ قرآن مجید اُن کا معمول تھا۔ بعد نمازِ عشاء سورۃ ملک کی تلاوت زبانی کرتے۔ اِن معمولاتِ زندگی پر وہ عمر بھر کاربند رہے۔ اُنھی کا قول ہے کہ میں ابھی سات سال کا ہوں گا کہ میرے والد صاحب صبح کی نماز کے لئے مجھے جگاتے اور مسجد لے جاتے اور میں ان کے ساتھ نمازِ فجر باجماعت ادا کرتا ؎

یہ فیضانِ کرم تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھلائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

خیراتی کام : آپ رفاہِ عامّہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے جس سے انھیں سکون ملتا۔ اپنے محلّہ کی مسجد کی تعمیری کمیٹی کے صدر تھے۔ اس کے لیئے گھر گھر جا کر چندہ اکٹھّا کیا اور خود بھی حتی المقدور اپنی طرف سے حصّہ ڈالا۔ اس طرح اس مسجد کی تعمیر مکمل کروائی۔

راقم الحروف جب مدینہ کالونی والٹن لاہور میں سکونت پذیر تھا تو جامعہ فاروقیہ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں خود بھی چندہ دیا اور اپنے فرزندوں کو بھی چندہ دینے کی ترغیب دیتے رہے۔ مدینہ آئس فیکٹری کے قریب ہی ایک مسجد انوار التوحید کی بنیاد رکھی جو زیرِ تعمیر ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی یادگار کے طور پر فرزندِ ارجمند حاجی فضل الٰہی نے آپ کے نام کی مناسبت سے ایک مسجدِ نورالٰہی "چونگی ملتان روڈ کے نزدیک تعمیر کرائی۔ ہے جو مکمل ہو چکی ہے۔

آپ نے رضائے الٰہی کے لئے اپنی زندگی ہی میں اتنے بیشمار فلاحی

Marfat.com

کام کر گئے ہیں جن کی تحریر کے لئے یہ صفحات ناکافی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ سب کام صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو رہتی دنیا تک اُن کے لئے زادِ راہ اور توشۂ آخرت بنے رہیں گے۔ اور ان کی رُوح کو دائمی ثواب کا باعث ہیں۔

غذا

آپ کی غذا سادہ تھی۔ اب واجداد سے گھر میں گائے بھینس تھی۔ مکھن، دودھ، دہی، سرسوں کا ساگ، مکئی اور باجرہ کی روٹی آپ کی مرغوب غذائیں تھیں۔ آپ ہمیشہ بادام، سونف اور خشخاص کا گھوٹا استعمال کیا کرتے تھے۔ سونف کے چاول نکال کر تباشیر، چھوٹی الائچی اور شکر ملا ملا سفوف بناتے اور بوتل میں محفوظ کر لیتے۔ رات سوتے وقت چھوٹا چمچہ دودھ کے ساتھ نوش فرماتے۔ یہ معمول عمر بھر رہا۔ تمام عمر گھر میں گائے بھینس رہی اور عمر بھر خالص دودھ گھی استعمال کیا۔

وفات سے تقریباً ۲۰ سال پہلے جب زوجہ محترمہ داغِ مفارقت دے گئیں تو آپ اپنے فرزندِ ارجمند حاجی محمد شفیع کے ہاں مدینہ آکس فیکٹری میں رہائش پذیر ہو گئے۔ کیونکہ اس گھر میں بھی ہمیشہ سے گائے بھینس موجود تھی لہٰذا یہاں بھی آپ کو خالص دودھ دہی اور گھی میسّر رہا۔ مرغن غذاؤں سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ گوشت پر سبزیوں کو ترجیح دیتے۔ اور گوشت کے صرف شوربے پر گزارا کرتے۔ چائے سے نفرت تھی صرف مجبوری میں کبھی کبھی پیتے۔ گنّا گنڈیری کے شوقین تھے

چاہے کوئی بھی موسم ہو تا آپ روزانہ تازہ پانی سے غسل فرماتے اور

پھر نمازِ فجر مسجد میں جاکر باجماعت اَدا کرتے۔ اس معمول میں کبھی کمی نہ آنے دی اور یہی تھا آپ کی لمبی عمر کا راز۔

آپ اپنی زندگی ہی میں اپنی کثیر اولاد کے فرائض سے سبکدوش ہو گئے تھے۔ سب اولاد کی شادیاں اپنے ہاتھوں سے کیں اور دنیاوی جھنجھٹ سے آزاد ہوئے۔ جائداد کی تقسیم کا موقع آیا تو تمام بیٹوں نے باہم مل کر اسے بطریقِ اِحسن نپٹا لیا۔ یہ مسئلہ ایک ٹیڑھی کھیر تھا مگر سعادت مند بیٹوں نے کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ ہمارے بھائی حاجی محمد حسن نے اس معاملہ میں مرکزی کردار ادا کیا۔ والد صاحب اپنے اس بیٹے کے اس کارنامے کو اکثر یاد کرتے۔ آپ کے اس نوجوان بیٹے نے عہدِ شباب ہی میں داغِ مفارقت دیدیا۔ باباجی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے۔ اختلاجِ قلب جیسا مُوذی مرض لاحق ہو گیا اور بالآخر دل کی یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔

کفایت شعاری : باباجی کی ابتدائی زندگی میں دولت کی فراوانی نہ تھی۔ ایک متوسط خاندان کی خوشحالی کا راز کفایت شعاری اور سادہ طرزِ زندگی میں مضمر ہے اسی لیے انھوں نے کفایت شعاری اور سادگی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ مناسب وقت پر خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہ کرتے۔ اس کے علاوہ فیاض بھی تھے۔ اس فقیر منش انسان نے اسلامی شعار کا جو لبادہ شروع سے پہن رکھا تھا اُسے عمر بھر زیبِ تن رکھا۔ کوئی حاجتمند آتا تو چپکے سے دیتے۔ نام و نمود سے کوسوں دُور رہتے۔ بعد نماز آخرت کی سرخروئی کی

Marfat.com

دعا کے ساتھ دنیا میں کامیابی کی دعا بھی کرتے اور گڑگڑاتے۔

حق تو یہ ہے کہ محنت مشقت اور خون پسینہ ایک کر کے کمائے ہوئے رزق کے ساتھ اگر انسان پاک دل، پاک باز، پاک بین اور خدا ترس بھی ہو۔ دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ بھی رکھتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ عاجزی اور انکساری کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو تو ایسے آدمی کی دنیاداری بھی عین دین داری ہے۔

رُوحانی تربیت

آپ کو شروع ہی سے اہل اللہ کے ساتھ بے حد عقیدت اور محبّت تھی اور اسی شغف کی وجہ سے بزرگوں کے تذکرے نہایت لطف سے سُنتے۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے استاد میاں حاجی محمد مرحوم کی خواہش اور ان کے ایما پر پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری سے بیعت کی۔ اُن کی وفات کے بعد آپ نے امام اولیاء حضرت الحاج السیّدی مولٰینا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ (رحمۃ اللہ علیہ) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن کے مرید ہوئے۔ آپ اپنی زندگی میں گاہے بگاہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور کسبِ فیض و روحانیت کی منزلیں طے کرتے رہے۔ حضرت مولانا نے آپ کی زندگی پر توحید و رسالت کا اس قدر رنگ چڑھایا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ بابا جی نے اپنے تمام فرزندوں کو بھی حکم دیا کہ وہ سب حضرت شیخ التفسیر ولی بے نظیر سلطان الاولیاء مولانا احمد علی صاحب سے ہی بیعت کریں۔ لہٰذا سعادتمند بیٹوں نے اپنے والد کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس ولیٔ کامل کی خدمت

میں حاضری دی اور بیعت کی درخواست کی جو حضرت مولینا نے کمال شفقت سے منظور فرمائی اور بیعت سے نوازا۔ پھر رُوحانی فرزندی میں لے کر ہمیشہ دعاؤں سے نوازتے رہے اور ہم مریدین عقیدت، ادب و اطاعت سے اپنی جھولیاں بھرتے رہے۔

اَولاد

بابا جی موصوف خاندان بھر میں صرف واحد اولادِ نرینہ تھے لیکن یہ والدین کی دعاؤں کا صدقہ تھا کہ آپ کے ہاں کثیر اولاد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت بے پایاں سے آپ کو ۱۲ لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں۔ پہلی زوجہ سے ایک لڑکا اسلام دین تھا جو اس لڑکے کی پیدائش کے کچھ ہی دن بعد وفات پا گئیں۔ پھر دوسری شادی کی تو ۱۲ لڑکے اور ۲ لڑکیاں تو ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

لڑکے : معراج الدین ____ فتح محمدؐ ____ محمد نواز

محمد شریف ____ محمد عالم ____ غلام محمدؐ

اللہ دتہ ____ فضل الٰہی ____ محمد حسین

محمد حسن ____ محمد شفیع ____ محمدؐ صدیق

لڑکیاں : زینب بی بی ____ خورشید بی بی

تین لڑکے معراجدین، فتح محمد، اللہ دتہ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے۔ محمد عالم بھی ایک سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ باقی اولاد کی شادی اپنی زندگی میں کر گئے اپنی اولاد کے فرائض سے فراغت حاصل کر لی۔ بابا جی کو اللہ تعالیٰ

میاں اسلام دین صاحب مرحوم (انجینئر)

Marfat.com

نے اپنے پروتڑوں کے ہاں اولاد دیکھنی نصیب فرمائی۔
باباجی کی اولاد یعنی ہم سب بہن بھائیوں کے حالاتِ زندگی مختص کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو درجِ ذیل ہے :

(۱) میاں اِسلام دین

تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے ۴ لڑکے فیروز دین، معراجدین انجینیر، اعجاز احمد، شوکت علی اور تین لڑکیاں بختاور، حمید بیگم، رشید بیگم تھیں۔ یہ تمام اولاد باپ کی وفات کے بعد تک زندہ رہی۔
اسلام دین شروع شروع میں عمارتی لکڑی ترکھانا کا کام کرتے رہے اس کے بعد جننگ فیکٹری میں کام کیا۔ یہ اپنے وقت کے نامور فرد شمار ہوتے تھے۔ تعلیم حاصل نہ کر سکے اس کے باوجود شریف النفس، حلیم اور شرافت کی زندگی گزاری۔ تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوئے۔ نیز اپنے والد کے مرقد کے مشرقی جانب اور والدہ کی قبر کے ساتھ ہے۔ اولاد : لڑکے۔ حاجی فیروزدین۔ معراجدین۔ اعجاز احمد۔ شوکت علی

لڑکیاں : بختاور بی بی۔ رشید بی بی۔ حمید بی بی

(۲) محمد نواز (راقم الکتاب ہذا)

میری تاریخ ولادت ۱۹۱۸/۵/۱۱ ہے۔ تقریباً ۷ سال کی عمر ہو امامِ مسجد میاں حاجی محمد مرحوم سے ناظرہ قرآن پاک ختم کیا اور گھر میں آ بیٹھ گئی۔ بعد ازاں گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قصور میں تعلیم کے لئے داخلہ

ں تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری یعنی لوہارہ ترکھانا کا کام بھی سکھایا
نا اور ڈرائنگ بھی۔ یہ قرآن مجید پڑھ لینے ہی کی برکت تھی کہ میں ہر
نے میں اوّل پوزیشن حاصل کرتا رہا۔ پانچویں جماعت میں گورنمنٹ سے وظیفہ
کیا جو پانچ روپے ماہوار تھا اور ہر جماعت چڑھنے پر ایک روپیہ اضافہ
تا۔ ۱۹۳۲ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔ پھر والدین نے شادی کر دی۔
وقت میری عمر کوئی ۱۶ سال کی ہو گی۔
شادی کے تقریباً ایک سال بعد میرے سُسر میاں قمر الدین فوت ہو گئے
رعی اوزار بنانے میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ ان کا کاروبار کوٹ
ون میں تھا جہاں ان کی دکان پر کام کا بہت رش ہوتا تھا۔ میاں قمر الدین
فات کے بعد کاروبار کا بوجھ ان کے دو صاحبزادوں نے سنبھالا۔ چنانچہ
د صاحب نے مجھے بھی ان دو بھائیوں کے پاس کام پر بٹھا دیا۔ ایک سال
یہاں کام کیا پھر اپنی علیحدہ دکان پر جہاں اب مدینہ آئرن فیکٹری ہے
ار اتر کھانا کا کام شروع کر دیا۔ تقریباً ۶-۷ سال تک اپنی دکان پر
م کرتا رہا۔ اس زمانہ میں میرے والد صاحب حاجی میاں فرید کے
رخانہ میں کام کرتے تھے۔ بندہ بھی کبھی کبھی اس کارخانہ میں اپنے
الد کے پاس جایا کرتا تو یہی سے مجھے اسٹیم انجن چلتا دیکھ کر دل میں شوق
یدا ہوا کہ میں بھی کام یہی سیکھوں۔ چنانچہ میں اس کام کو سیکھنے کے لئے
بلی مرتبہ ۱۹۳۸ء میں مستری محمد حسین کھمبکرنی کے ساتھ کوٹ رادھا کشن
ضلع لاہور میں بحیثیت انجن ڈرائیور ملازم ہو گیا۔ دوسرے سال ابوہر ضلع

Marfat.com

فیروز پور اور تیسرے سال رائیونڈ ضلع لاہور میں کام کیا۔
انہی دنوں میں تھرڈ کلاس انجنیئر کے امتحان کی تیاری کرتا رہا اور
امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ امتحان کی کامیابی سے میرا حوصلہ بڑھا اور میں
سیکنڈ کلاس کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ اس امتحان کی تیا
کے سلسلے میں میں نے مقامی انجنیئروں کا تعاون اور ان سے استفادہ کر
کی کوشش کی لیکن بے سود۔ ہر کسی نے بجائے حوصلہ افزائی کے طرح طر
کی باتوں سے میری دل شکنی ہی کی مگر میں دل جمعی اور لگن سے امتحان کی
میں لگا رہا۔ میرے دل میں خواہش رہی کہ مجھے کسی ماہر انجنیئر کی مدد ضرور لی
چاہیے۔ میں کسی ماہر انجنیئر کی جستجو کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا
کرتا رہا اس امید کے ساتھ کہ خداوند کریم ضرور میرے دامنِ امید میں
برگ و بار ڈالیں گے۔ اور میری امداد فرمائیں گے ؎

اے میری امّید میری جاں نواز — اے میری دل سوز میری کارس
نوح ؑ کی کشتی کا سہارا تھی تو — چاہ میں یوسف ؑ کی دل آرا تھی
کاٹنے والی غمِ ایام کی — تھامنے والی دلِ ناکام
ہوتی ہے تو پشت پہ ہمت کے جب — مشکلیں آساں نظر آتی ہیں سب
تجھ سے چھپا راحتِ جاں کا ہے بھید — چھوڑیو حالی کا نہ ساتھ اے ا

چنانچہ اب میری امید بر آنے کا وقت قریب تر آگیا ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھیے کہ ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

Marfat.com

اِدھر میرے دل میں یہ خیال موجزن ہوا، اُدھر خدا تعالیٰ کی رحمت کو
رش آگیا۔ اب میرے دامنِ امید بھرنے کا وقت قریب آگیا۔ مجھے اللہ
عالے کی طرف سے ندا آئی کہ اے خلق کے راندے ہوئے بے کس
سان! تیری بیکسی کو اب میں گوارا نہیں کر سکتا۔ جا اور جلد جا میری
حمت کی بارش فیصل آباد کالونی فلور ملز کے انچارج مستری میاں چراغ
دین چیف انجینئر ہو رہی ہے۔ وہاں بیسیوں بلکہ سینکڑوں تیرے جیسے
اہل اور کم علم لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ جا اور اس کے گلزارِ چمن میں
یک پودے کی مانند لگ جا۔ وہاں تیرے دامنِ امید میں پھول پھل
آجائیں گے۔

بس یہ خیال آتے ہی میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور جلد ہی اپنے
والد بزرگوار کو ساتھ لے کر صاحبِ موصوف میاں چراغدین صاحب کی
خدمت میں حاضر ہو گیا۔ والدِ گرامی نے اپنے آنے کا مدّعا جب میاں
صاحب سے بیان کیا تو انھوں نے کمال شفقت سے مجھے اپنے ہاں
رہنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ میاں صاحب مذکور ایک خدا رسیدہ
بزرگ، ملنسار، خوش گفتار اور با اخلاق شخصیّت کے مالک تھے۔ وہ
بے اندازہ قوم کا درد رکھتے تھے۔ خوش اخلاق اتنے کہ جو شخص بھی ان کی
گفتگو سنتا ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ اُن کی زبان کی چاشنی میں ایسی مٹھاس
جیسے مصری کی ڈلیاں۔ طبیعت میں روحانیت کا میلان تھا۔ بہت ہی
بزرگ ترین شخصیت کے مالک تھے۔

آپ کو فنِ انجینئری میں کمال حاصل تھا۔ آپ کو نئی مشینری بنانے میں بہت ہی ماہرانہ دسترس تھی۔ آپ کی بنائی ہوئی نئی مشینری ہر نقص سے پاک ہوتی تھی سوائے اس بات کے کہ اسے ولائتی نہیں کہا جا سکتا تھا مگر وہ ہر طرح سے ولائتی کا مقابلہ کرتی تھی۔ فنِ مشینری کے میدان میں آپ کو عبور حاصل تھا۔ چنانچہ تین دوسرے طالب علموں کے ساتھ میں بھی ان کی شاگردی میں شامل ہو گیا۔ تین ماہ کے قلیل عرصہ میں آپ نے مجھے علم انجینئری کے ایسے ایسے نقطے ذہن نشین کروائے جو میں کافی عرصہ سے باوجود کوشش کے حاصل نہ کر سکا۔ اتنی قلیل مدت میں آپ نے مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں سیکنڈ کلاس بوائلر انجینئر کا امتحان دینے کے قابل ہو گیا اور آپ نے مجھے یہ امتحان دینے کی اجازت بھی دیدی۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں میں نے اس امتحان میں داخلہ لیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ میں خداوند کریم کی مہربانی اور جناب میاں صاحب موصوف کی سعی بلیغ سے امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ خداوند کریم دنیا و آخرت کی ہزاروں، لاکھوں نعمتوں سے میاں صاحب کو مالا مال کرے کہ اس نے قوم کو ایسا نیک انجینئر اور بزرگ ودیعت کیا جس نے مجھ پر اتنا بڑا فیض کیا اور پنجاب بھر میں صرف یہی واحد شخصیت ہے جو قوم پر اتنا بڑا احسان اور فیض کر رہی ہے۔ قوم کو ایسے نیک دل اور ماہر انجینئر کی اشد ضرورت ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اپنی خاص مہربانی اور عنایت ان پر نچھاور کرے۔

میں اور میرے والد صاحب جناب میاں چراغ دین صاحب کا شکریہ

Marfat.com

ادا کرنے اُن کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو انھوں نے کمال شفقت اور دلی دعاؤں سے رخصت کرتے ہوئے مجھے چند نصیحتیں کیں اور فرمایا کہ میری اِن نصیحتوں پر عمر بھر کاربند رہنا اور دوسرے شاگردوں کو بھی ایسی نصیحتیں کرتے رہنا۔ پھر زندگی میں کامیابی کے لئے مجھے پر سوز لہجہ میں دعائیں دیں۔ اس طرح مجھے اور میرے والد بزرگوار کو رخصت کیا۔ ان کی نصیحتیں مندرجہ ذیل تھیں:

۱۔ انھوں نے مجھے نصیحت کی کہ جس طرح میں نے تمھیں امتحان کی تیاری اور ہنرمندی سے نوازا ہے، تم بھی اسی طرح دوسروں کو پڑھاتے اور کام سکھاتے رہنا۔ اس طرح جہاں اوروں کا بھلا ہوگا وہاں تمھاری علمیت میں بھی اضافہ ہوگا اور تمھاری ہنرمندی کو چار چاند لگ جائیں گے۔

۲۔ اگر کوئی انجنیئر تمھارے پاس کام کے متعلق مشورہ کرتے آئے، انجن، بوائلر، پمپ وغیرہ کے بارے میں تو اسے ایسا مشورہ دو کہ اس کی پوری تسلّی ہو جائے۔ اگر زبانی سمجھانے سے تسلّی نہ ہو تو اس کے ساتھ جاؤ اور عملی طور پر اس کی تسلّی کرو۔

۳۔ اگر کوئی تمھارا بھائی انجنیئر تمھیں اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کہے تو بلا حیل وحجت فوراً اس کے ساتھ اس کا بگڑا کام سنوارنے جاؤ۔

۴۔ ایسی صورت میں اگر شہر سے باہر جانا پڑے تو کرایہ وغیرہ اپنا خرچ کرنا اور اُس انجنیئر کے ساتھ مہمان بن کر جاؤ۔ اس کے مالک کارخانہ دار کو معلوم نہ ہونے پائے کہ تم کس مقصد کے لئے آئے ہو تاکہ اس انجنیئر کا وقار بحال رہے۔

Marfat.com

میں میاں صاحب کی ان نصیحتوں پر عمر بھر کاربند رہا۔ اُن کے فرمُودات پر پورا پورا عمل کیا اور اس بات کے شاہد میری برادری کے معززین کے علاوہ میرے حقیقی بھائی اور بیسیوں شاگرد ہیں جنھوں نے مجھ سے استفادہ کیا ہے میں نے اپنے اور غیروں کو بلا تفریق پڑھایا اور کام سکھایا، علمِ انجنیری سے حتی المقدور روشناس کرایا اور اپنی لائن پر چلایا جو سب کے سب خدا کے فضل و کرم سے کامیاب اور باعزّت زندگی گزار رہے ہیں۔

چونکہ مجھے اپنے چھوٹے بھائیوں کو ہنرمندی اور انجنیرنگ کی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا تھا اور یہ میرا فرضِ منصبی بھی تھا اس لئے کہ میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ خداوند کریم نے میرے خاندان کی خدمت کا کام مجھ سے لیا اور فخر ہے کہ مجھ جیسے گنہ کار کو اس لائق سمجھا۔ میرے سب بھائی ہنرمندی میں مجھ سے آگے نکل چکے ہیں شکر و الحمد للہ رب العالمین!

علمِ انجنیرنگ کے بارے میں اکثر و بیشتر ماہرانہ کتابیں انگریزی زبان میں ملتی ہیں جن سے اردو دان حضرات کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس میدان میں اپنی عمر کے تجربات کو میں نے اردو زبان میں قلمبند کیا ہے۔ ایک حصّہ میں پریکٹیکل اسٹیم بوائلر سوالاً جواباً ہے۔ اس میں سابقہ امتحانات کے پرچہ جات کو حل کر کے بالکل سلیس اردو زبان میں تحریر کیا ہے۔ دوسرا حصّہ بوائلر کے حساب پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی سابقہ پرچہ جات کو حل کیا گیا ہے۔ یہ کوشش میں نے اس نقطۂ نظر سے کی ہے کہ میرے خاندان

میں اعلیٰ تعلیم کا فقدان تھا۔

استادِ محترم میاں چراغ دین صاحب کے فرمان کے مطابق میں نے اپنے حقیقی بھائیوں کے علاوہ شہر کے آٹھ دس افراد کو پڑھایا اور وہ امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اس میں دوسروں کی کامیابی کے علاوہ میری قابلیت میں بھی نمایاں اضافہ ہوا اور میں نے فسٹ کلاس کا امتحان پاس کر لیا۔ میاں چراغ دین کا فرمان حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ میں اپنے خاندان میں واحد شخص تھا جس نے یہ امتحان پاس کیا اور یہ اعزاز حاصل کیا۔ الحمد للہ! الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے برسوں کی محنت کا پھل مل گیا۔ سچ ہے محنت اور صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے ؎

ہے قوتِ بازو میں تیری رازِ سعادت
تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اسے بالِ ہما میں

وہی لوگ پاتے ہیں عزّت زیادہ
جو کرتے ہیں دُنیا میں محنت زیادہ

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے
بے غوطہ زنی گنجِ گہر کس کو ملا ہے

بے خون پئے لقمۂ تر کس کو ملا ہے
بے جور کشی تاجِ ظفر کس کو ملا ہے

بے خاک کُنے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے
بے کاوشِ جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے

جو رتبۂ والا کے سزاوار ہوئے
وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے

جو پھولوں کے سیجوں میں لیٹا کرے
بڑا ہو کے کانٹے سمیٹا کرے

سختیٔ راہ کھینچیے منزل کے شوق میں
آرام کی تلاش میں ایذا اُٹھائیے

Marfat.com

ہمّت سے کام کرتا رہ اور دین دار رہ
اُمّیدوارِ رحمتِ پروردگار رہ

باندھ کمر کہ دوریٔ منزل کا غم نہیں
ہے بادبان درست تو ساحل کا غم نہیں

سر پر خدا ہے تو پھر مشکل کا غم نہیں
باقی ہے وقت زرع تو حاصل کا غم نہیں

○

میں نے اپنے خاندان کی جو خدمت کی اس کا صِلہ مجھے زندگی ہی میں مل گیا۔ میرے بھائی حاجی فضل الٰہی و حاجی محمد حسن صاحبان جب حج پر جانے لگے تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ بھائی صاحب! ہم کعبۃ اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر آپ کے لیے کیا دعا کریں۔ میں نے کہا کہ صرف میرے حق میں ایک ہی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ نے جو اولاد مجھے عطا کی ہے میں اپنی زندگی ہی میں اپنے ہاتھوں اُن کے حقوق و فرائض سے فراغت پاؤں اور سُبک دوش ہو جاؤں۔ ان کی دعا رنگ لائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ گنہ گار پر ایسا احسان فرمایا کہ واقعی میں ۶۰ سال کی عمر میں ۱۹۷۷ء میں اپنی سب سے چھوٹی بچّی زبیدہ بی بی کی شادی کر کے فارغ البال ہو گیا۔
الحمد للہ! ثم الحمد للہ!

خداوند کریم نے مجھ پر ایک بہت بڑا احسان یہ بھی کیا کہ ملازمت کا جو سلسلہ ۱۹۳۸ء سے شروع کیا تھا وہ ۱۹۸۰ء میں آ کر ختم ہو گیا اور ملازمت سے سبکدوشی کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا سامان ایک آئس فیکٹری کی صورت میں کر دیا۔ الحمد للہ! اے اللہ تیرا بڑا ہی احسان ہے۔ یہ ناچیز

بندہ تیرا شکر گزار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے سات لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں جو سب کے سب شادی شدہ اور کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

محمد اسحٰق انجینئر   محمد اسماعیل انجینئر   محمد ابراہیم انجینئر الحاج   ڈاکٹر محمد امین[۱]

عبدالسعید   ڈاکٹر محمد یونس   محمد سلیم انجینئر   حاجی مختار احمد

تین لڑکیاں :   حلیمہ بی بی   سکینہ بی بی   زبیدہ بی بی

یہ سب اپنے اپنے گھروں میں خوش و خرم آباد ہیں۔ لڑکے سب کے سب ڈپلومہ یافتہ ہیں ؎

حمد و ثنا میں تیری خدایا سب کی زبان قاصر ہے
تیری حقیقت سے کوئی بندہ ہو نہیں سکتا ماہر ہے
تیرے کرم سے بے نیاز کونسی شے ملی نہیں   جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

میری باتوں سے نمایاں علم ہو ایمان ہو
میرے کاموں سے دوبالا زندگی کی شان ہو
یہ میری جانِ حزیں جو آج تک بیکار ہے
اے میرے اللہ! تیرے نام پر قرباں ہو!

---

[۱] عین عنفوانِ شباب میں فوت ہو گئے۔

(۳) میاں محمد شریف

ناظرہ قرآن مجید کی دینی تعلیم سے فارغ ہو کر گورنمنٹ انڈسٹریل سکول تھوہا میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت پا کر میرے ساتھ دکان پر لوہار اتر کھانا کا کام کرتے رہے۔ پھر جینگ فیکٹری کا کام کرتے رہے۔ جب میں کارخانہ میاں محمد شفیع صاحب مورد الہ میں انچارج تھا تو اس دوران میرے پاس پڑھتے اور کام سیکھتے رہے۔

تھرڈ کلاس کا امتحان پاس کرنے کے بعد سیکنڈ کلاس کا امتحان پاس کیا اور کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ملتان میں بطور شفٹ انجینئر تعینات ہو گئے۔ اسی جگہ فرسٹ کلاس انجینئر کا امتحان پاس کیا۔ اسی ملز میں بوائلر ہاؤس انجینئر بنا دیے گئے۔ تقریباً ۸ سال تک یہاں انچارج رہے اور پھر طبیعت میں تلخی کی وجہ سے ملز مالکان سے نباہ نہ ہوا۔ کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ملتان سے ملازمت چھوڑ کر فیصل آباد میں رہائش اختیار کر لی۔ یہاں مختلف فیکٹریوں اور ملوں میں ٹھیکہ پر بوائلر ارکشن اور فٹنگ کرتے رہے۔ انھی دنوں شوگر کی بیماری کی وجہ سے طبیعت ناساز رہنے لگی۔ پھر فیصل آباد سے لاہور اچھرہ آ گئے۔ بیماری طول پکڑ گئی اور آخر ۱۹۷۶ء میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں ۵ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ ان کی قبر والدِ بزرگوار کی قبر کے مغربی جانب ہے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اولاد: لڑکے۔ غلام یٰسین۔ محمد انور۔ محمد اکرم۔ محمد افضل۔ محمد مشتاق۔ محمد نعیم۔
جہانگیر اختر۔ کلثوم اختر۔ خوشنودہ بانو۔

Marfat.com

انجینئر میاں محمد شریف صاحب (مرحوم)

Marfat.com

④ میاں غلام محمدؒ

قرآن شریف کی ناظرہ تعلیم کے بعد اسلامیہ پرائمری سکول کوٹ انڈون میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ پھر میرے ساتھ دکان پر لوہار اتر کھانا کام سیکھتے رہے۔ بعد میں سٹیم انجن ڈرائیور کا کام کیا۔ تھرڈ کلاس امتحان پاس کرنے کے بعد مختلف فیکٹریوں میں انچارج رہے۔ آئل ایکسیلروں اور کولھوں کا کام بھی کرتے رہے۔

اچھرہ میں مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ ملازمت چھوڑ دی ہے اور روئی کے بنیجے ٹھیکہ پر لے کر چلا رہے ہیں۔ اچھرہ میں کافی شہرت کے مالک ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور اسلامی ذہن وخیالات رکھتے ہیں۔ خوش باش زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی محنت ومشقت کے باوجود تقریباً ۵۳ سال کی عمر میں بھی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور چہرے پر بڑھاپے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

ماشاء اللہ بہت ہی خوش طبع، باوقار، شرم وحیا کے پیکر۔ ملن سار اور دیانت دار انسان ہیں۔ ان کی اولاد میں ۵ لڑکے اور تین لڑکیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۱۹۸۲ء میں حرمین الشریفین کی حاضری سے بھی نوازا۔ یعنی حج بھی کیا ہے۔

اولاد: لڑکے۔ اشفاق احمد۔ محمد اکرم۔ حاجی محمد اشرف۔ محمد عاصف۔
لڑکیاں۔ رخسانہ بی بی۔ رضوانہ بی بی۔ سمینہ بی بی۔

Marfat.com

میاں غلام محمد صاحب انجنیئر

Marfat.com

⑤ الحاج میاں فضل الٰہی

قرآن مجید پڑھنے کے ساتھ انڈر میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھ لینے کے بعد حفظ کرنے کا خیال دل میں موجزن ہوا۔ چنانچہ اس شوق اور غرض سے حافظ غلام حیدر صاحب مرحوم جو ایک جیّد حافظِ قرآن اور مسجد حوض والی کوٹ اندرون کے خطیب تھے، کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ ابھی پندرہ سیپارے ہی حفظ کر پائے تھے کہ بیمار ہو گئے۔ سال بھر شدید بیمار رہے جس کی وجہ سے جسم کمزور اور حافظ کمزور ہو گیا۔ اسی لئے حفظِ قرآن کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اس کے بعد راقم الحروف کے پاس دکان پر لوہار کا کام سیکھتے رہے پھر جننگ فیکٹری میں کام کرتے رہے۔ اسی دوران تھرڈ کلاس انجنیئر کا امتحان پاس کر لیا۔ پھر سیکنڈ کلاس انجنیئر کا امتحان پاس کر کے انجنیئر انچارج کی حیثیت سے متعدّد جننگ فیکٹریوں میں کام کرتے رہے۔

فیصل آباد ملازمت کے دوران اپنے چھوٹے بھائی حاجی محمد حسین انجینئر کے مل کر جھنگ روڈ پر مشترکہ ایک قطعۂ زمین خریدا جہاں احمد انجینئرنگ کے نام سے ایک ورکشاپ کی بنیاد ڈالی۔ یہاں دو سال تک کام کیا۔ اس کے بعد اس ورکشاپ کو اپنے بھائی کے حوالے کیا اور خود رائے ونڈ روڈ پر ایک ورکشاپ قائم کر لی۔ یہ زمین برادرِ حقیقی حاجی محمد شفیع کی ملکیّت تھی۔ یہاں پر

Marfat.com

الحاج میاں فضل الٰہی صاحب انجینئر

Marfat.com

سخت محنت کی اور اِتنا روپیہ کما لیا کہ ملتان روڈ پر چونگی کے سامنے اپنا ایک ۶ کنال کا پلاٹ خرید کر ورکشاپ قائم کر لی۔ یہ جگہ کافی وسیع اور ملتان روڈ پر ہونے کی وجہ سے ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے بھی آسان اور مفید تھی۔ اپنا رہائشی مکان بھی یہیں بنا لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے کام کو اتنی وسعت ہوئی کہ کراچی تک پھیل گیا۔ کراچی سے بڑے بڑے سائز اور پریشر کے بوائلر خرید کر لائے جاتے اور پھر مرمّت کر کے انہیں فروخت کر دیا جاتا۔ پرانے بوائلر جو مرمّت ہونے کے لئے آ جاتے اُن کی مرمّت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اب کاروبار میں بڑی وسعت ہے۔ بیرونجات سے بھی بوائلروں کی ریپئرنگ، ارمکشن اور فٹنگ کا کام ہوتا رہتا ہے۔ کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت ڈال رکھی ہے۔ اپنی ورکشاپ میں نئی مشینری مثلاً فیڈ واٹر پمپ، بلو ڈاؤن والو۔ اسٹیم واٹر کالم والو، آئل وگیس برنر بھی اپنی ورکشاپ میں بناتے ہیں۔ بوائلر ریپئرنگ میں اتنی فنّی مہارت رکھتے ہیں کہ لاہور کیا پنجاب کیا غرضیکہ ملک بھر سے بوائلر ریپئرنگ کا کام آتا ہے۔ اور اس میدان میں ان کا مدِّمقابل کوئی شاید ہی ہو۔

خداوند کریم نے انسان دوستی اور ہمدردی کا جذبہ اُن کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اپنے خاندان کے لئے ہمدردی اور غمگساری کے جذبہ سے اس قدر سرشار ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید قدرت نے انھیں پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔ خاندان والوں کو بھی ان کی ذات پر بڑا فخر ہے۔ والدین کو بھی اپنے اس چہیتے، لاڈلے اور معصوم چہرے والے بیٹے سے اِنتہائی

Marfat.com

محبت اور شفقت تھی۔ ان کا یہ بیٹا بھی ایسا فرمانبردار تھا کہ والد صاحب کو ان کے بڑھاپے میں دو دفعہ اپنے ساتھ حج کروایا۔ والد صاحب سے محبت کی وجہ سے گھریلو اور کاروباری معاملات میں ان سے ضرور مشورہ لیتے اور ان کی دعائیں لیتے۔ یہی وجہ تھی کہ والد صاحب نے اپنی رحلت کے وقت حاجی محمد شفیع صاحب کو خاص طور پر وصیت کی تھی کہ اپنے بھائی فضل الٰہی کا ہر معاملہ میں خیال رکھنا۔

سخاوت میں بھی بہت آگے ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر میں کافی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اپنی رہائش گاہ کے قریب ہی چونگی ملتان روڈ سے متصل قبلہ والد بزرگوار کے نام پر ایک مسجد بنوائی ہے۔ والد بزرگوار کا مرقد شریف اپنے خرچ کثیر سے بڑے قبرستان سے متصل تعمیر کروایا ہے۔ دیگر رفاہِ عامہ کے کاموں میں بھی مقدور بھر حصہ لیتے رہتے ہیں۔ ۱۹۸۲ء تک چار مرتبہ حرمین الشریفین کی زیارات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے یعنی حج مبارک کئے ہیں۔

دولت کی ریل پیل کے باوجود بھائی صاحب مذکور کا دل ایک سچے مسلمان کا سا دل ہے۔ نہ غرور و تکبر ہے اور نہ تمکنت و وقار کی نمائش نہ کروفر۔ طبیعت میں خدا ترسی، پاک بازی، عاجزی، انکساری، دین داری، لطافتِ طبع، نیک سیرت، نیک نیتی، نیک سرشت، نیک کردار جیسی صفات رچی بسی ہیں۔

خداوند کریم کی مہربانی سے ۱۹۸۲ء میں پانچویں مرتبہ حج کو گئے۔

Marfat.com

اس مرتبہ ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ نواب بیگم ۔ الحاج محمد شفیع صاحب اور ان کی اہلیہ کرم بیگم بھی شریک سفر حج تھے ۔ ان کا اور حاجی محمد شفیع صاحب کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ یک جان دو قالب والی بات ہے ۔ والد صاحب جو نصیحت کر گئے تھے موصوف اس نصیحت کو خوب نباہ رہے ہیں ۔ حاجی فضل الٰہی کی بیماری کا معاملہ ہو یا ان کے مقدمات کا مسئلہ حتیٰ کہ کاروبار میں بھی ممد و معاون اور پیش پیش رہتے ہیں ۔ خوب نباہ رہے ہیں ۔

○ ○ ○

آپ نے ایک ٹرسٹ بنایا ہے جس کے ذریعے مسجدوں کی تعمیرات ، رفاہی کاموں میں اعانت کرنا ، اسلامی کتب ، رسائل ، پمفلٹ وغیرہ خرید کر عام لوگوں میں تقسیم کرنا ہے ۔ اس ٹرسٹ کے ذریعے مستحق لوگوں کی اعانت اور یتیموں ، بیواؤں کی ماہوار مالی مدد کی جاتی ہے ۔ اس میں خاص کر قریبی غریب رشتہ داروں کو ترجیح دی جاتی ہے ۔ ویسے بھی حاجی صاحب اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور غریب رشتہ داروں کی وقتاً فوقتاً مالی امداد کرتے رہتے ہیں ۔ اپنے چچا امام دین کے لڑکے کی دو مرتبہ شادی اپنے خرچ سے کی نیز محمد صادق کی لڑکی کی شادی کا سارا بوجھ اٹھایا اور سارا انتظام اپنے ہی گھر میں کیا ۔ بہت ہی مخیر انسان ہیں کسی نادار رشتہ دار کی بیماری کی صورت میں ہسپتال کا سارا خرچہ اپنی گرہ سے خود ادا کر دیتے ہیں ۔ اہل علم علمائے حق کی خدمت کرنا ، ان کے جلسوں کا انتظام اور تمام تر

خرچہ برداشت کرنا، جلسوں کی صدارت کرنا، علمائے حق کے لئے چندے سے ان کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے کاموں میں بہت ہی پیش پیش رہتے ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو ایسے نیک کاموں پر صرف کر کے بیحد خوشی محسوس کرتے ہیں۔

بھائیوں سے محبت

آپ اپنے بھائیوں سے بہت ہی حسنِ سلوک رکھتے ہیں۔ اگر کسی بھائی کو کوئی تکلیف پہنچے تو آپ بے چین ہو جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں راقم الحروف بیماری کی وجہ سے بہت ہی لاغر اور کمزور ہو گئے تو آپ میری حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ رحمٰن کلینک جیل روڈ میں داخل کروایا اور رات دن میرے سرہانے رہے۔ راقم الحروف کو جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ فرحت سے کھِل گئے۔ راقم الحروف یعنی میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ باپ جیسی خدمت کرتے ہیں۔ میں بھی ان کے حق میں بہت ہی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ حج کے موقع پر دورانِ سفرِ حج، کعبۃ اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر میں نے جتنی دعائیں ان کی صحت کے لیے مانگی ہیں شاید ہی بارگاہِ ایزدی میں کسی اور کے لیے اتنی دفعہ میرے ہاتھ اُٹھے ہوں۔ میں نے اپنی کتاب سفرِ حج میں جگہ جگہ ان کی صحت کے لئے دعاؤں کا تذکرہ لکھا ہے۔

حاجی صاحب معاملہ فہمی اور ادراک و شعور کی دولت سے بھی مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تا زیست خوش و خرّم رکھے۔ خداوند کریم ہم پر آپ کا سایہ ابدالآباد تک قائم و دائم رکھے اور غریبوں کی دادرسی کا جو جذبہ اللہ

Marfat.com

تعالےٰ نے آپ کو ودلیت کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری وساری رکھے۔ آمین! آمین!! ثم آمین!!!

اے اللہ! میرے عزیز برادر زحاجی فضل الٰہی صاحب کی دینی و دنیاوی زندگی کو کامران و کامیاب بنا اور ان کی مشکلیں آسان فرما۔ اے میرے ربّ! اے خالقِ کون ومکاں! اے غفور رحیم! اپنے پیارے محبوب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طفیل میرے گناہ اور میری خطائیں بھی معاف فرما۔ آمین!

○

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

○

بیعت

آپ کو حضرت امام الاولیاء شیخ الحدیث والتفسیر قطب الاقطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرّہٗ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مولٰینا ومرشدنا کی نصائح کے مطابق دینی خدمات میں کماحقہٗ پیش پیش رہتے ہیں

آپ حضورِ والا کے بے حد عقیدت مند اور خادم ہیں یہی وجہ ہے کہ جو مسجد فاروقیہ والٹن سکول لاہور کے قریب آپ کے برادرِ اصغر حاجی محمد حسن مرحوم نے والدہ صاحبہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لئے تعمیر کروائی

Marfat.com

تھی، اس مسجد پر انھوں نے تقریباً ۶۰-۷۰ ہزار روپے خرچ کئے ہیں اور اس کثیر رقم کے خرچہ سے مسجد کے پلستر وغیرہ اور خوب صورتی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور اس مسجد کی حیثیت علاقہ بھر میں بالکل منفرد نظر آتی ہے۔

اولاد

خداوند کریم نے آپ کو ۴ لڑکے اور پانچ لڑکیاں مرحمت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ صرف اولاد ہی سے نوازا بلکہ کثیر دولت بھی عطا کی اور یہ دولت حاجی فضل الٰہی صاحب کی شب و روز محنت شاقہ اور تگ و دو کا ثمرہ ہے۔ موصوف نے اپنی اولاد کو باحسن طریقہ تعلیم و تربیت کے زیور سے بھی آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اولاد میں اب تک ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو ابھی نابالغ ہیں کے سوا باقی سب کی شادیاں بھی کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنے لڑکوں کو وہی کام سکھایا اور کروایا ہے جو خود کرتے ہیں۔

ایک والد ہونے کی حیثیت سے آپ پر دین اور دنیا کی جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انھوں نے انہیں خوب پورا کیا لیکن کچھ عرصہ سے تقدیر نے حاجی صاحب کے گھر پر ایسا تیر چلایا کہ یہ ہنستا بستا ہوا گھر شکر رنجیوں کا گہوارا بن گیا اور شکوک و شبہات بڑھ گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان حالات میں جو ماں باپ کی آپس میں شکر رنجی اور تلخی کے سبب پیدا ہوئے تھے، اولاد بالکل غیر جانب دار رہتی لیکن ایسا نہ ہوا۔ اولاد صرف ماں کا ساتھ دینے لگی اور باپ کو سرزنش کرنے اور موردِ الزام ٹھہرانے لگی۔

Marfat.com

اس مزاج جیلتی پرنیل کا سا کام ہونے لگا بالآخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھابی صغ
کو طلاق ہو گئی۔ حاجی صاحب شوگر کے انتہائی مریض تھے اور انھیں اپنی خدمت
کے لیئے ایک ساتھی کی اشد ضرورت تھی۔ ان حالات میں اُنھوں نے اپنی ہی
برادری کی ایک بیوہ عورت سے عقدِ ثانی کر لیا۔

نوٹ: زندگی کی یہ تلخ اور تاریک کہانی حاجی صاحب خود نوشت تحریر
کر رہے ہیں جو عنقریب منظرِ عام پر آجائے گی۔

اثرؔ صہبائی کے یہ چند اشعار جو حاجی صاحب موصوف پر بالکل فٹ
آتے ہیں راقم الحروف ان کے لئے قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے
کی جسارت کرتا ہے ؎

○ ○ ○

دیانت، شرافت، محبّت کے پیکر
صداقت، عزیمت، شجاعت کے پیکر

○

نفس مشکِ افشاں بہاروں سے بڑھ کر
جبینِ درخشاں ستاروں سے بڑھ کر

○

نگاہیں نہ دُھندلائیں دُودِ ہوَس سے
دِلوں کے چمن پاک، ہوں خار و خس سے

Marfat.com

نہ منصب کا لالچ نہ سازش کا ڈر ہو
فقط تیری رحمت پہ جن کی نظر ہو

○

خود آگاہ ـــــ بیباک ـــــ بیدار انساں
غریبوں ـــــ یتیموں کے غم خوار انساں

○

نہ تن کی محبّت نہ دھن کی محبّت
دِلوں میں فقط ہو خُدا کی محبّت

○

الٰہی! ہمیں ایسے اِنساں عطا کر

○ ○ ○

حاجی فضل الٰہی صاحب کی اولاد
لڑکے : حاجی فضل احمد۔ محمد بشیر۔ بلال احمد۔ نثار احمد۔
لڑکیاں : بشیراں بی بی۔ تسنیم بی بی۔ طاہرہ طیّبہ۔
فرخندہ بی بی۔ زبیدہ بی بی۔

Marfat.com

⑥ الحاج میاں محمد حسین مرحوم

آپ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول قصور سے
میٹرک تک تعلیم پائی۔ پھر بڑے خرادوں پر کام سیکھتے رہے۔ اس
والد بزرگوار کی ورکشاپ مدینہ آئل فیکٹری کے متصل خود مشینری فٹ
نصب کی اور کام کرتے رہے۔ یہاں اب چھوٹا بھائی محمد صدیق کام کر
ہے۔ اسٹیم انجن اور بوائلر کا کام سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو راقم الحر
ان کو یہ فن سکھانے کے لئے اوکاڑہ لے گیا اور وہاں ان کو کام کر
کے لئے بطور ٹرنر خراد یہ کی حیثیت سے ملازم کروا دیا اور انہیں کام کر
میں ان دنوں اوکاڑہ کاٹن جننگ فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا۔ د
ملازمت راقم الحروف اسے انجنیئرنگ کے امتحان کی تیاری کراتا رہا۔ میا
حسین کی تعلیم اچھی تھی اور اس کے ساتھ ذہن بھی اچھا پایا تھا اس
بہت جلد انجینئرنگ کے تینوں امتحانات یکے بعد دیگرے پاس کر لئے
فسٹ کلاس کا ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں ا
انگریز کے تعاون سے ایشیا ٹک کیمیکل انڈسٹری کی ارکشن اور فٹنگ
کی (یہ انگریز ایک غیر ملکی تھا)۔ اسی ملز کی پروڈکشن دگنی کرنے کے لئے
مشینری بنا کر فٹنگ کی۔ اسی ملز میں نئی بوائلر کی ارکشن بھی کی۔ ملز ہذا
تمام مشینری کی مرمت کا کام ورکشاپ میں کراتے رہے۔ اس اثنا ر

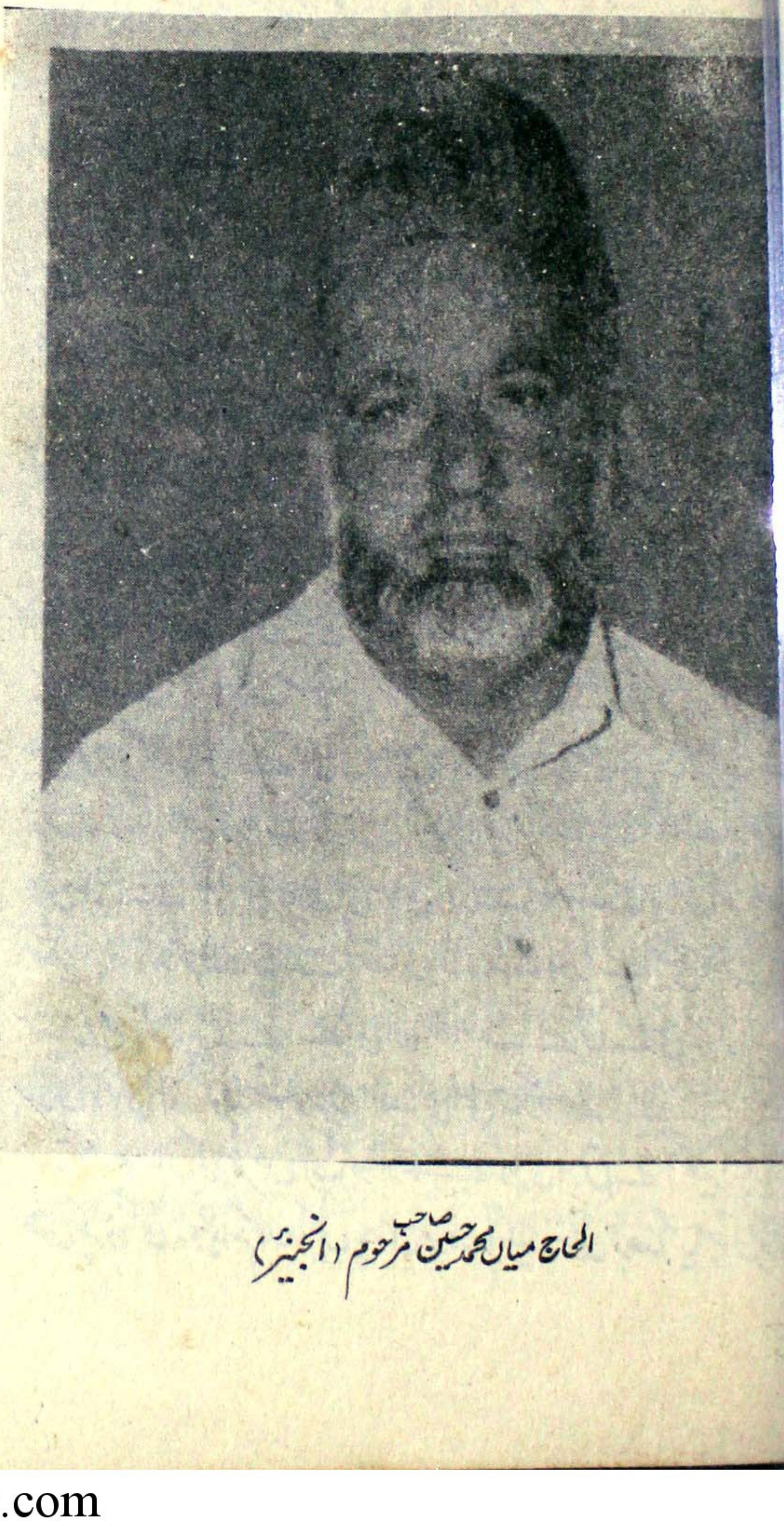

الحاج میاں محمد حسین صاحب مرحوم (انجینئر)

Marfat.com

مل مالکان نے آپ کی کارکردگی سے خوش ہو کر آپ کو اپنے خرچہ پر حج پر بھیجا
بارہ سال تک اس مل میں ملازمت کی اور ملازمت چھوڑ کر اپنے حقیقی بھائی
حاجی فضل الٰہی کے ساتھ شراکت سے جھنگ روڈ پر میاں احمد انجنیئرنگ کے
نام سے ایک ورکشاپ قائم کی اور اس ورکشاپ میں کام کرنا شروع کر دیا
پہلے صرف بوائلر ریپئرنگ کا کام کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ بوائلر پارٹ بنانے
شروع کیے مثلاً بلو ڈاؤن، والو (گراری والے) گن میٹل کے ہسٹین لیس
سٹیل کے۔ اسٹیم اینڈ واٹر گیج والو۔ کاکنز، سٹیم ٹریپ، آئل اور سٹیم
گیس برنرز جوڑے کامیاب ثابت ہوئے۔ اس کے بعد ورکشاپ کے
اوزاروں میں اضافہ کیا اور سائزنگ مشین تیار کرنے لگے۔ مشین میں آٹو میٹک
سسٹم بھی لگائے۔ اسی مشین میں اپنے بنے ہوئے اسٹیم ٹریپ واسٹیم
بھی لگاتے۔ یہ سائزنگ مشینیں گوجرہ، ملتان اور فیصل آباد میں لگی ہوئی
ہیں جو بڑی کامیابی سے چل رہی ہیں۔ اسی طرح نئی مشینیں بنا کر آپ نے
ملک و قوم کی بڑی خدمت کی۔ ایسی مشینری غیر ممالک سے منگوانے پر جو زر
خرچ ہوتا ہے۔ اس کی بچت بھی ہوئی اور ملک کا صنعت کار جس کو باہر سے
مشینری درآمد کرنے پر محنت اٹھانی پڑتی ہے اور اپنے قیمتی وقت
ضیاع بھی کرنا پڑتا ہے اُسے بھی ان تکالیف سے نجات ملی۔ اس کے
علاوہ آئس اور کولڈ سٹوریج مشینری بھی تیار کرتے رہے۔

۴۹ سال کی عمر میں آپ کو شوگر جیسے مُوذی مرض نے آگھیرا۔ بیماری
طُول پکڑتی گئی۔ انجام کار دائیں پاؤں پر ورم آگیا۔ مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں

ی۔ پنڈلی متاثر ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ بالآخر ڈاکٹر محمد انور کی ہسپتال
لے کے مشورہ سے پاؤں کو ذرا سی پنڈلی کے ساتھ کٹوا دیا۔ زخم ٹھیک
نے پر راولپنڈی سے مصنوعی پاؤں مع پنڈلی کے لگوایا اور بقیہ زندگی
ی طرح گزار دی۔

بہر حال ورکشاپ کا کام چلتا رہا۔ بھاری مشینری بنانی بند کر دی پیئر
س بنانے پر زیادہ توجہ دینے لگے۔ ان کے چہرے سے متانت ،
ار اور سنجیدگی ٹپکتی تھی۔ سالشہ مذاق سے وہ محظوظ بھی ہوتے اور
کرا بھی دیتے مگر اپنی خاص خاموشیٔ طبع کے باعث خود مذاق سے ہمیشہ
ہز کرتے۔ وہ صاف گو تھے۔ شائستگی کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔
ہمیشہ حق گوئی سے کام لیتے۔ اپنی رائے کو بغیر کسی لگی لپٹی کے کہہ جاتے۔
ی کبھی یہ صاف گوئی سننے والوں پر گراں بھی گزرتی مگر بالآخر سب کو
ن کے خلوص و صداقت پر بہر تسلیم خم کرنا پڑتا۔ میں (راقم الحروف) نے
پنے اس بھائی کے ساتھ اکٹھے ملازمت میں کافی وقت گزارا ہے ،
ں لئے میں نے انھیں بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا ہے۔ اُن کی
د اعتمادی یقین کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ جس بات پر اڑ جاتے انہیں اس سے
ٹانا دشوار ہوتا تھا۔ وہ جو بھی سوچتے نیک نیتی سے سوچتے اسی لئے
نی رائے کو صائب سمجھتے۔ قدرت نے آپ کو ایک اضطراری کیفیت
طا کی تھی۔ زندگی میں جب بھی کوئی بڑی مشکل پیش آئی تو انھوں نے بڑے
بر و تحمل سے اس کا مقابلہ کیا۔ ہمت و استقلال اور یقین کا مجسمہ تھے جب

شوگر جیسی موذی مرض کی وجہ سے پاؤں کٹ گیا تو اس وقت بھی صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوتے اور اس کا شکر ادا کرتے۔ ہر حال میں راضی برضا رہتے۔ اگر کسی کام میں کامیابی ہوتی تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے اور برملا کہتے کہ یہ اس کی دین ہے جو مجھ جیسے گنہ گار کو بھی دیتا ہے، نوازتا ہے۔ کسی تکلیف یا محرومی کی صورت میں تائب ہوتے اور کہتے، اللہ مجھے بخشے اور رحم کرے مجھ پر۔ اللہ میری تقصیریں معاف کرے۔

ابتدا ہی سے صوم و صلوٰت کے پابند تھے۔ ایک پاؤں کی عدم موجودگی میں بھی نماز پابندی سے ادا کرتے رہے۔ عمر بھر پاک بازی و طہارت کا اتنا خیال رکھا کہ ایک ہی وضو سے دو یا تین نمازیں ادا کرتے رہے۔ آپ کی ذات میں زہد و تقدس، فہم و فراست، نیک نیتی، دیانت داری، اچھی عادات و اخلاق اور اچھے افعال و کردار جیسے محاسن پائے جاتے تھے جو بندگانِ خدا کا خاصہ ہیں۔ ردعانیت میں آپ حضرت مولانا السید احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ساری عمر خود بھی اسلام کے شیدائی رہے اور دوسروں کو بھی اسلام پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ سخاوت میں اتنے سخی کہ جو بھی سوالی آیا خالی نہ گیا۔ فیصل آباد میں متعدد مسجدیں آپ کے چندہ سے تعمیر ہوئیں۔ راقم الحروف جب مدینہ کالونی والٹن لاہور میں رہائش پذیر تھا تو وہاں کی جامع مسجد فاروقیہ کی پوری چھت اپنے خرچہ پر ڈلوائی۔ اسی مسجد میں پانچ پنکھے چھت والے

Marfat.com

نیز پانی کے لیے موٹر پمپ بھی لگوائی ۔ یہ سب کام میری وساطت سے تکمیل پذیر ہُوا۔ یہ مسجد ۱۹۷۲ء میں تعمیر ہوئی ۔ اس کی تعمیر میں آپ کا کل حصّہ ۲۲ ہزار روپے ہے ۔

کئی یتیموں ، بیواؤں کی سرپرستی فرماتے اور اُن کو پابندی سے کچھ نہ کچھ اُدا کرتے رہتے۔ سیّد محمد اشرف صاحب ہمدانی لائل پوری سے بہت ہی محبت تھی اور شاہ صاحب بھی آپ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ اگر کوئی عرب شریف کا باشندہ آپ سے ملنے آتا تو آپ بڑے ہی احترام اور محبّت سے ملتے ۔ جاتی دفعہ کچھ رقم کی صورت میں اس کی مدد کرتے ، دعائیں کرواتے اور پھر ملنے کی تاکید کرتے ۔ والد صاحب کی رحلت کے بعد اُن کے نام سے حج کراتے رہے ۔ نیز عیدالاضحیٰ کے موقع پر والدہ صاحبہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ان کی طرف سے تادمِ زیست قربانی کرتے رہے ۔ ہاتھ کے بہت ہی سخی تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین مرتبہ حرمین الشریفین کی زیارات سے مستفید فرمایا ۔ بہت ہی خوش نصیب اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تھے ۔ اپنی زندگی میں خلقِ خدا کو بہت ہی فائدہ اٹھایا ۔ اپنے عزیز رشتہ دار ، اقربا اور اپنے خاندان کو بہت فائدہ پہنچایا ۔ حقوق اللہ و حقوق العباد کو خوب نبھایا ۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ہم سب بھائیوں نے متفقہ طور پر مدینہ آئس فیکٹری کی تنصیب کا کام آپ موصوف کو سونپ دیا تو آپ نے بہت ہی محنت شاقّہ برداشت

Marfat.com

کر کے فیکٹری کی تنصیب کا کام بہت احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔
فیکٹری کے افتتاح کے مبارک موقع پر راقم الحروف نے تہنیت نامہ و دعائیہ الفاظ پیش کر کے آپ کی خدمت کو سراہا۔ وہ منظوم دعائیں مندرجہ ذیل ہیں۔

منظوم دعائیں

خدایا! اوّل و آخر تیری عنایت ہو
اور دین و دُنیا میں تیری ہی برکت ہو

میں آیا در پہ تیرے ہوں بحالِ عجز و نیاز
خراب حال ہوں آقا تیری ہی رحمت ہو

ہوا یہ سب کام میرے مشورہ سے شروع
بدہ جمعیتِ خاطر! نہ کوئی زحمت ہو

دعائے نور محمد[1] کا یہ اثر ہے نواز[2]
برآئے مقصد سے نہیں مسرّت ہو

حیاتِ خضر کر عطا اپنی رحمت سے
والدِ ماجد کی ہستی تا ابد سلامت ہے

وہ محسنوں کا مجسّمہ، خلوص کا پیکر!
حامیٔ دیں، عزیزِ من، اِن پہ تیری رحمت ہو

مراد شعرِ گذشتہ سے ہے محمد حسین[3]
عزیز رُو بہ ترقی تیری سعادت ہو

نہ ہو کبھی تیرے دل پر غبارِ رنج و الم
ہمیشہ رُو بہ ترقی تیری دکانت ہو

نہیں نگاہ کسی پر خدایا تیرے بغیر
ہر ہر قدم پہ خدایا تیری حمایت ہو

ہے صرف تیرے بھروسہ پہ یہ سلسلہ طویل
ہمارے حال پر ہر دم تیری عنایت ہو

[1] حضرت قبلہ والد ماجد صاحب [2] راقم الحروف محمد نواز [3] برادرِ اصغر حاجی محمد حسین

Marfat.com

زدستِ غیب عطا کرائے خُدا!
نہ تیری ذات سے ہم کو کبھی شکایت ہو

○

ایک منظوم خط

راقم الحروف نے یہ خط اس وقت تحریر کیا جب کہ برادرانِ عزیز حاجی
حسین و حاجی فضل الٰہی صاحبان پہلی دفعہ حرمین الشریفین میں حج
کی سعادت حاصل کرنے کیلئے مقیم تھے

گاہ ہو تم پہلے اِسلام کی سُنّت سے
تا ہوں دعائیں بھائی پھر فرطِ محبّت سے

مقبول دعائیں ہوں سب دُور بلائیں ہوں
لے آئے خُدا تم کو اب خیر سے عزّت سے

ت کار ہے سایہ اور بڑھتا ہی رہے پایہ
وقت خدا رکھے آسائش و صحّت سے

راضی ہو خُدا تم سے شیطاں ہو جُدا تم سے
لبریز رہے سینہ ایمان کی دولت سے

لوں کی لگیں جھڑیاں خوشیوں سے کٹیں گھڑیاں
عام کی بارش ہو خالق کی عنایت سے

Marfat.com

مخلوق پہ شفقت ہو آنکھوں میں عنایت ہو
معمور ہو دل تیرا خالق کی محبّت سے
مخدوم ہو دُنیا کے پر دین کے خادم
سب شان ہے مُسلم کی اسلام کی شوکت
سب فضلِ خُدا ہوگا امّید رکھو قائم
گھبرا نہ کبھی جانا اس سفرِ طوالت سے
اَللّٰہ نے اگر چاہا رحمت کی گھڑی
ہونٹوں پہ خُوشی ہوگی پھر جوشِ مسرّت
اس وقت دُعا کرنا صد شُکر ادا کرنا
فارغ ہوں حسب حج سے اللّٰہ کی عنایت سے
گلشن پہ پھلے پھولے ہر طرح مبارک
آتے ہی بھرے گودی اولاد کی نعمت
بھائیوں کی محبّت ہے نوازؔ کی فطرت میں
ہو خاتمہ اِسی پر اللّٰہ کی نصرت سے

○ ○ ○

ا۔ راقم الحروف و برادرِ اکبر حاجی محمد حسین صاحب سلمہٗ

رحلت

گدڑی کا لعل : حاجی محمد حسین مرحوم ہو گئے۔ حاجی صاحب کو مرحوم
، وقت دل پر جو کچھ بیت رہی ہے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ یوں
، دنیا میں سینکڑوں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور سینکڑوں ہی مر جاتے ہیں
، حاجی صاحب مذکور جیسے انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ اور
کوئی انسان اس دنیا سے اٹھتا ہے تو اپنے پیچھے لاتعداد چاہنے
ں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے اور اس کے پیاروں کے پاس صرف
، یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔

حاجی صاحب کی عمر نے ابھی ۴۸ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ خدا جانے کس
لگ گئی کہ خود تو اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے پیچھے رونے والوں کی
طویل فہرست چھوڑ گئے۔ یہ بھی تو خیال نہ کیا کہ ضعیف باپ پر کیا بیتے
بیوی، دو بیٹوں اور تین بیٹیوں پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ حاجی صاحب
خاندان میں خلا چھوڑ گئے ہیں، مدتوں پورا نہ ہو سکے گا۔ آپ کے انتقال
وقع پر ہمارے والد حضرت بابا نور محمد صاحب جو کہ پکے دین دار بزرگ تھے
بر و استقلال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ
کی امانت تھی اس نے لے لی۔ حضرت قبلہ والد صاحب اپنے خاندان
دوسرے لواحقین کو صبر کی تلقین کئے جاتے تھے۔ بہر حال مرحوم بیشمار
یوں کے مالک تھے۔ مرحوم نہایت خلیق، ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔
، ذہانت، معاملہ فہمی اور صائب الرائے کے لحاظ سے نہایت بہتر انسان

Marfat.com

آپ ۴۸ سال کی عمر میں شوگر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے اور اس مرض میں تقریباً ۲ دن کی تکلیف کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی اچانک اور قبل از وقت رحلت سے تمام خاندان پر قیامت ٹوٹ پڑی مگر موت کا وقت اٹل اور معیّن ہے جو کسی صورت میں بھی ٹل نہیں سکتا۔ جناب حاجی صاحب مرحوم کے جسدِ خاکی کو مدینہ آئل فیکٹری قصور لایا گیا اور برادر اصغر حاجی محمد شفیع صاحب نے غسل دیا۔ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب ہمدانی ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے فیصل آباد سے تشریف لائے۔ قصور کے سیاسی، مذہبی اور کاروباری حضرات کی کثیر تعداد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور مرحوم کی وصیّت کے مطابق والدہ ماجدہ کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہ راجعُون

●

کون سا وفا پرور اُٹھ گیا زمانہ سے
ہر عزیز ہے نالاں ہر حبیب ہے گریاں
اب نہ کوئی ملے گا محمد حسین جیسا
نیک سیرت نیک دل سخی انساں
لکھ دے اے قلم تاریخ مرگِ ناگہانی کی
ہائے اِ جہاں سے اُٹھ گئے محمد حسین کہاں

اولاد: لڑکے : حاجی ارشاد احمد۔ مشتاق احمد۔ فاروق احمد
لڑکیاں : جمیلہ بی بی۔ صدیقہ بی بی۔

⑦ میاں محمد حسن

آپ جب پانچ برس کے ہوئے تو اسلامیہ پرائمری سکول قصور میں داخل کرا دیے گئے۔ قرآن مجید بھی پڑھتے رہے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد اپنے بھائی محمد حسین کے پاس خراد مشین کا کام سیکھتے رہے۔ تقریباً۔ اسال خراد مشین کا کام میاں محمد جمال ریلوے روڈ قصور کی ورکشاپ میں کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کی ورکشاپ مدینہ آئس فیکٹری کے متصل کچھ عرصہ کام کرتے رہے۔ اس اثنا میں بوائلر انجینئر کے امتحان کی تیاری بھی کرتے رہے۔ چنانچہ امتحان میں داخلہ لیا اور کامیاب ہو گئے۔ انجینئر کا ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد آپ لاہور کیمیکل اینڈ فارموسیوٹیکل پلانٹ واقع لاہور میں تعینات ہو گئے۔ یہاں بوائلر ہاؤس انچارج ہونے کے علاوہ گلوکوز پلانٹ کے سپروائزر بھی ہیں۔ بڑی محنت اور دیانتداری سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۶۷ء سے یہیں پر کام کر رہے ہیں۔ بہت ہی محنتی، دیانت دار اور بارسوخ شخصیت کے مالک ہیں۔ اپنے مکان کے متصل اپنی ایک ورکشاپ کی آپ خود نگرانی کرتے ہیں۔ ان کے لڑکے اس ورکشاپ میں کام کرتے ہیں۔ سلائی مشین کے پرزہ جات بنانے میں آپ کو کافی شہرت اور تجربہ ہے جس کی وجہ سے سلائی مشین کی مارکیٹ میں آپ کو کافی شہرت حاصل ہے۔ آپ بہت ہی دیانتدار، ملنسار اور با اخلاق آدمی ہیں۔ برادری اور عزیز و اقارب میں بہت ہی ہر دلعزیز ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہر طرح سے آسائش و آرام دیا ہوا ہے۔ بہت ہی خوش باش زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کی اولاد میں ۴ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

اولاد: لڑکے۔ بابر محی الدین محمد ایوب۔ محمد یوسف۔ ہمایوں ظہیر الدین

لڑکیاں۔ بلقیس بیگم۔ نسیم بیگم۔ روبینہ بی بی۔

Marfat.com

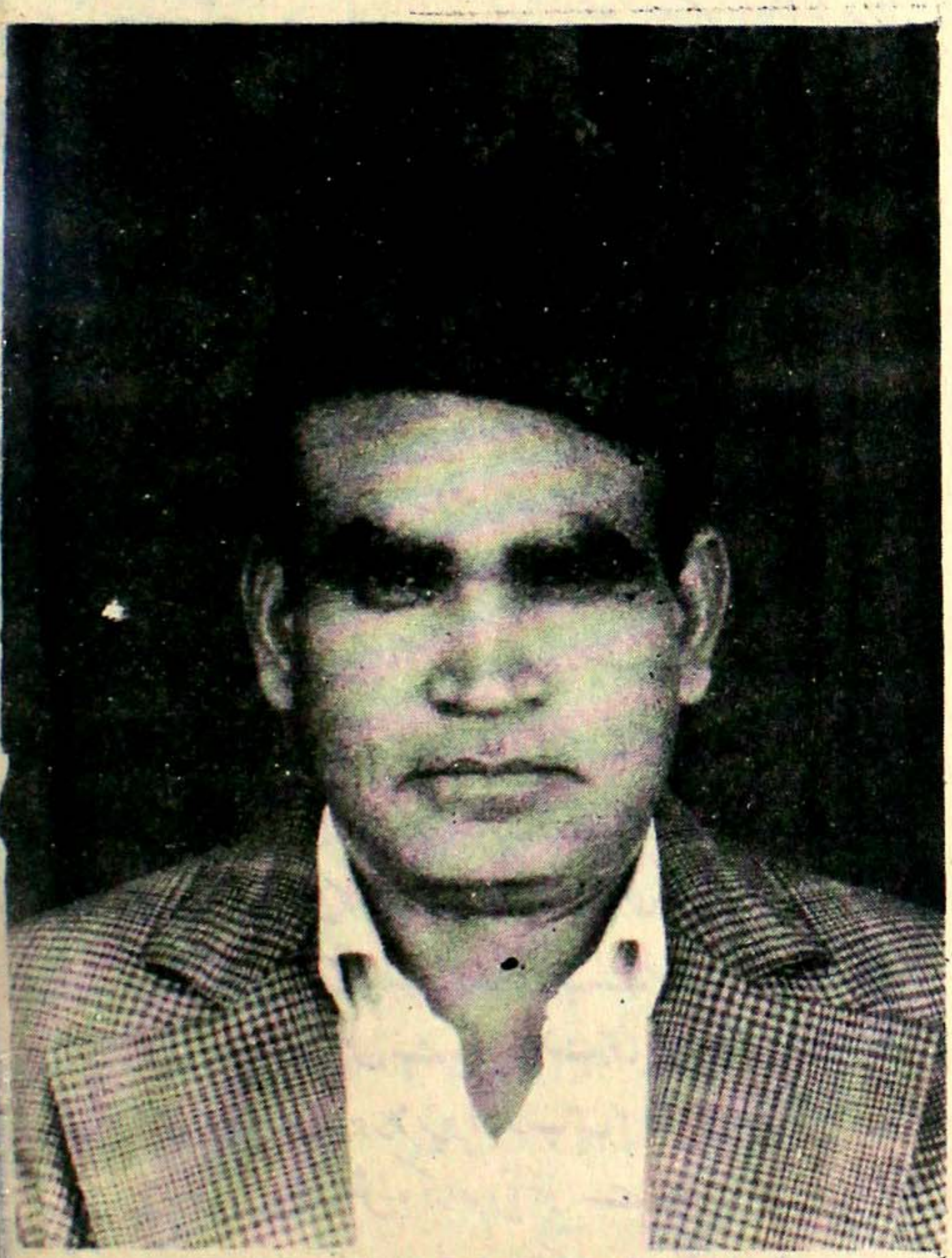

میاں محمد حسن صاحب انجینئر

(۸) الحاج محمد شفیع

آپ نے قرآنِ پاک مولانا عبدالرحمٰن صاحب خطیبِ اعظم جامع مسجد رحمانیہ (ک)وٹ فتحدین خاں قصور سے پڑھا۔ بعد میں اسلامیہ سکول میں حصولِ تعلیم کے (ل)ئے بٹھا دیئے گئے۔ بچپن اور لڑکپن کی وجہ سے انڈر میٹرک تک ہی تعلیم حاصل (ک)ر سکے۔ اس کے بعد چھوٹے خراد مشینوں پر سلائی مشینوں کے پُرزے بنانے (س)یکھے اور اپنے خراد لگا کر کام کرتے رہے

شہر میں جب بھی کوئی اسلامی تبلیغی جلسہ ہوتا تو اس میں خود اور دوست (ا)حباب کو لے کر ضرور شرکت کرتے رہے ہیں۔ طبیعت کا میلان سیاست کی (ط)رف زیادہ مائل رہا ہے۔ شہر میں سیاسی جلسوں کا طومار تھا۔ سیاسی طبیعت (ک)ی وجہ سے شاید ہی کوئی ایسا جلسہ ہوتا جس میں آپ مع اپنے احباب کے (ش)ریک نہ ہوتے ہوں۔ اپنے دوستوں سے جب بھی سیاسی گفتگو کی ہے تو اپنی سیاسی بصیرت کا لوہا منوا کر ہی دم لیا ہے۔ یعنی دوسروں کو قائل کر لیا۔ کوئی سیاسی مجلس ہو، مذہبی ہو یا کسی انتظامی امور کے متعلق حکّام شہر کی میٹنگ ہو، اب بھی کسی ایسی مجلس میں اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملے تو آپ کی رائے کو صائب ہی سمجھا جاتا ہے۔ بہت ہی ذہین اور باشعور آدمی ہیں۔

سیاسی زندگی کا آغاز پاکستان بننے کے بعد جب مسندِ حکومت پر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صدارت کے عہدے پر

Marfat.com

الحاج محمد شفیع صاحب

Marfat.com

فائز ہوئے تو انھوں نے ملک میں جہاں اور بہت سی اصلاحات مثلاً زرعی اصلاحات، بڑے بڑے پانی کے ڈیم، گھریلو صنعتوں کا فروغ، معاشرتی بہبود کے شعبے، تعلیمِ بالغاں وغیرہ نافذ کئیں وہاں بنیادی جمہوریت کا نظام بھی قائم کر کے جاری و ساری کیا۔ اس نظام کے تحت عوام کو شریکِ حکومت کر کے ملک بھر میں ترقیاتی پروگرام اور اُن کی تکمیل کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ حاجی صاحب مذکور نے بھی حکومت کی طرف سے اس نظام کے نافذ ہونے کے اعلان کا بغور جائزہ لیا اور بنیادی جمہوریت کے نظام میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ ملک بھر میں انتخابات کے ذریعے نمائندے منتخب کرنے کے لئے حکومت نے الیکشن کمشنر مقرر کر دیئے تاکہ یہ الیکشن کمشنر ہر شہر اور ہر قصبہ میں انتخابات کروا کر نمائندے منتخب کرائیں۔ حاجی محمد شفیع صاحب نے بھی اس نظام کی افادیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے حلقہ کی نمائندگی کے لئے درخواست دے دی۔ چنانچہ الیکشن کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ حاجی صاحب کے مدِ مقابل ایک ڈاکٹر کے لڑکے وکیل تھے اور کافی شہرت کے مالک تھے۔ اس پر لطف یہ کہ وہ کمبوہ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور اس حلقہ میں اکثریت کمبوہ برادری کی تھی۔

سارے شہر کی نظریں اس الیکشن پر مرتکز تھیں۔ وہ مثال جو مشہور ہے کہ خداوند کریم چڑیوں سے باز مروا سکتا ہے اس الیکشن پر صادق آتی ہے کہاں ایک طرف ڈاکٹر کے لڑکے ایک وکیل اور کہاں ایک غریب زادہ۔ چنانچہ الیکشن ہوا اور خداوند کریم نے حاجی صاحب کو کامیابی و کامرانی

Marfat.com

سے ہمکنار کیا۔

کونسلر منتخب ہونے پر حاجی صاحب مذکور نے اپنے علاقہ کی فلاح وبہبود کے لئے شب وروز محنتِ شاقّہ سے کام کیا اور شہرت دوام حاصل کی۔ یونین کمیٹی قصور کے چیئرمین بھی رہے۔ اس کے بعد آپ نے الیکشن میں بذاتِ خود تو حصّہ نہ لیا البتہ ممبر گر بن گئے۔ آپ جس حلقہ سے جس ممبر کو چاہیں منتخب کرا دیں۔ شہر کے اکثر وبیشتر آپ کے اشارے پر لبیک کہتے ہیں۔ اکثر لوگ آپس میں لین دین اور لڑائی جھگڑے کے فیصلے آپ سے کراتے رہتے ہیں۔ آپ بطریق احسن لوگوں کے درمیان فیصلے نپٹاتے رہتے ہیں۔ جب اِنتظامیہ کی مشینری کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی اور معاملہ کی پیچیدگیوں سے تنگ آجاتی ہے تو اس قسم کا فیصلہ حاجی صاحب مذکور کے پاس بھیج دیتی ہے۔ حاجی صاحب اس قدر منصفانہ فیصلہ کرتے ہیں کہ دونوں فریق اپنی اپنی جگہ مطمئن ہو جاتے ہیں اور انتظامیہ بھی آپ کے فیصلہ پر اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔

تحریکِ ختمِ نبوّت

پاکستان میں جب یہ تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۵۳ء تا ۱۹۷۴ء) چلی تو اس کے اثرات نے قصور کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان حالات میں حاجی صاحب مذکور کب چین سے بیٹھنے والے تھے۔ چنانچہ آپ نے حاجی چوہدری فضل حسین کو اور مولانا مولوی حافظ محمد اصغر صاحب فاضل جامعہ

Marfat.com

رضویہ لائل پور کو اپنے ساتھ ملایا۔ قصور شہر کے گوشے گوشے کو نے اور گردونواح کے قریہ قریہ میں بھر گئے اور ختم نبوّت کانفرنس کے جلسے کراتے رہے ان جلسوں میں آپ خود بھی تقریریں کرتے۔ کسی جلسہ میں آپ صدرِ جلسہ ہوتے تو کسی جلسہ میں مہمانِ خصوصی ہوتے۔ آخری تقریر آپ کی ہی ہوتی۔ جب تک یہ تحریک ختم نہ ہو گئی، چین سے نہ بیٹھے، روزانہ کسی نہ کسی جگہ جلسہ ضرور ہوتا۔ آپ اس سلسلے میں کئی کئی دن تک گھر نہ آتے حتیٰ کہ تحریک کامیاب ہو گئی اور قادیانی کیفرِ کردار کو پہنچ گئے۔ قادیانی ملک و ملّت کے غدّار، اسلام کے دشمن اور درحقیقت نبوّتِ محمدیؐ کے خلاف ایک سازش تھی۔ اب یہ شیطانی ٹولہ اقلیّت قرار دیا جا چکا ہے۔

اب بھی قصور شہر و دیہات میں جہاں کہیں بھی اہلِ سنّت کا جلسہ ہو آپ کی صدارت میں ہوتا ہے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے منتظم، ذہین، حاضر دماغ اور اعلیٰ اخلاقی کردار کے مالک ہیں۔ خداوند کریم نے اوصافِ حمیدہ سے آپ کو متّصف کیا ہے۔ مذہبی سوجھ بوجھ میں بھی کافی دسترس رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے دقیق مسائل پل بھر میں حل کر دیتے ہیں۔ علمائے سُوء (نیم ملّاں) جن کا علم پکّی روٹی یا ایک دو کتابوں تک محدود ہے یا ایک دو حدیثیں یاد کر کے منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر خوب ایکٹنگ کرتے ہیں، ان کی خُوب خبر لیتے ہیں۔ نیز قصور کے ایک بناسپتی شیخ الاحادیث سے دینی مسائل پر مناظرہ کر کے ان کے علم کی قلعی کھول کر ان کو چھٹی کا دُودھ یاد دلا چکے ہیں۔ ان کو لاجواب ایسا کیا کہ کاٹو تو

بدن میں لہو نہیں۔ صمٌ بکمٌ ہو کر رہ گئے۔ قانونی باتوں میں نصف سے زیادہ وکیل اور سیاست میں بڑے بڑے جگادری قسم کے لوگ ان کا لوہا مانتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو نیک اور صالح قسم کا دماغ ودیعت کر رکھا ہے۔

حجازِ مقدّس کا سفر

آپ ۱۹۸۳ء تک تین بار حرمین الشریفین کی زیارات سے مستفید ہو چکے ہیں۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۸۳ء میں حجِ اکبر سے مشرف ہو چکے ہیں۔ آپ کا حلقۂ احباب کافی وسیع ہے۔ مدینہ آئس فیکٹری پر احباب کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہر قسم کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے جن سے مشورے لیتے رہتے ہیں۔ ان مصروفیات کے باوجود آپ کئی ایک انجمنوں اور سوسائٹیوں کی معاونت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً آئس پلانٹ فیکٹری اونرز ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری، آئس فیکٹریوں کی چیکنگ، سوادِ اعظم پنجاب کے جنرل سیکریٹری اور جامع مسجد رحمانیہ کوٹ فتح دین خاں قصور کی انتظامیہ کے معاون بھی ہیں۔

بیعت

آپ سلسلۂ قادریہ کے مشہور بزرگ شیخ المشائخ، شیخ التفسیر، امام الاولیاء قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو روحانیت میں بہت بڑا مقام حاصل ہے، کے مرید ہیں۔ حضرت والا

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے حاجی صاحب موصوف کو سلسلۂ قادریہ
میں بیعت فرما کر اپنی شفقت سے نوازا اور ذکر و اذکار کی تعلیم بھی کر
دی۔ حضرت اپنے وقت کے ایک جیّد عالم ہونے کے ساتھ کامل و
اکمل ولی اللہ اور شیخِ وقت تھے۔ حضرت قبلۂ عالم اپنی زندگی میں ہر مہینہ
کی آخری جمعرات کو ایک مجلس ذکر کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں سلسلہ
قادریہ کے مطابق ذکر و اذکار ہوتا اور بعد میں قرآنِ پاک کی ایک آیت
پڑھ کر اس کا ترجمہ و تفسیر بیان ہوتی۔ یہ مجلسِ ذکر آپ کے وصال کے
بعد بھی آپ کے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب
مدظلہٗ کی زیرِ نگرانی باقاعدہ طور پر ہوتی ہے۔ مجلسِ ذکر کے بعد جب تقریر
اختتام پذیر ہوتی ہے تو بارگاہِ ایزدی میں ایک خاص دعا ہوتی ہے۔ اس
مجلسِ ذکر اور دعا میں مقامی لوگوں کے علاوہ بیرون جات کے لوگ بھی
شامل ہو کر ثوابِ دارین حاصل کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک
جاری و ساری رہے اور ہم تشنگانِ علم مجلسِ ذکر کی برکات سے مستفید
ہوتے رہیں۔ آمین! ثم آمین!!

یہاں یہ تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جہاں حاجی محمد شفیع کی ذات سے
دوست احباب فائدہ اٹھا رہے ہیں وہاں وہ اپنے خاندان کے افراد کے بھی
آڑے وقت میں کام آتے ہیں۔ خاندان میں جس بھائی کو بھی مشکل وقت
پڑا، حاجی صاحب موصوف نے تن من دھن سے اس کی مدد کرنا اپنا فرض
اوّلین سمجھا۔ وہ اپنی جان کو ڈھال بنا کر اپنے بھائیوں کے ہر مشکل وقت

ہیں پیش پیش رہتے ہیں۔ حق کا ساتھ ہمیشہ سے دیتے چلے آرہے ہیں۔ ہیں یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر سچائی کے راستے پر گامزن رہتے ہیں۔ وہ اپنے عزم کا پکّا اور وعدے کا سچّا انسان ہے۔ خداوند کریم اس کی عمر دراز کرے۔ آمین ثم آمین!

شادی

آپ کی شادی خانہ آبادی قصور کے مشہور انجنیئر گھرانہ میں ہوئی۔ یہ گھرانہ حاجی مستری علی محمد صاحب کا ہے۔ حاجی علی محمد کی زوجہ حاجن فاطمہ بی بی کی پوتی کرم بی بی سے آپ کی شادی کی گئی۔ یہ محترمہ حاجن فاطمہ بی بی مولوی قمرالدین صاحب مرحوم جو دیوانِ قمر بزبانِ فارسی کے مصنّف ہیں، کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ مولوی قمرالدین صاحب مرحوم اپنے زمانہ کے قصور شہر کے بہت بڑے جیّد عالمِ دین گزرے ہیں۔

اولاد

حاجی محمد شفیع کے ہاں ۶ بچّے پیدا ہوئے جن میں سے تین بقیدِ حیات ہیں اور تین وفات پا چکے ہیں۔ وفات پانے والے بچوں میں کلثوم بانو اس لئے قابلِ ذکر ہے کہ وہ عین عنفوانِ جوانی میں وفات پا گئی جس کی کمی والدین کو تا حیات محسوس ہوتی رہے گی۔ ایک لڑکا شبّیر احمد ہے جس کی شادی اس کے تایا حاجی محمد حسین صاحب مرحوم کی دختر سے ہو چکی

Marfat.com

ہے۔ ایک لڑکی نصرت میاں محمد اسلم جان ایڈووکیٹ کے عقد میں ہے۔ اور ایک لڑکا جمیل احمد ہے جس کی نسبت اپنے ماموں شاہ دین کی دختر سے طے شدہ ہے۔ اس کی شادی بھی عنقریب ہونے والی ہے۔

○ ○ ○

Marfat.com

⑨ میاں محمد صدیق

سب سے چھوٹے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے آپ والدین کو بہت بہت ہی لاڈلے تھے۔ باباجی مڑھ بلوچاں ضلع شیخوپورہ میں ایک فیکٹری میں ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ اس وقت ان کی عمر تین چار سال کی ہوگی باباجی وہاں ان کو اپنے پاس ہی رکھتے تھے اور پیار کی وجہ سے جدا نہ کرتے تھے۔ اسی لاڈ پیار ہی کی وجہ سے آپ تعلیم سے کورے رہے۔ جوان ہونے پر والد صاحب کی ورکشاپ میں بھائی محمد حسن کے ساتھ کام کرنے لگ گئے۔ اسی ورکشاپ میں کام سیکھا اور اسی ورکشاپ میں کام کر رہے ہیں۔ جب باباجی نے جائیداد تقسیم کی تو انھوں نے اپنے سب بیٹوں کو خصوصی طور پر حکم دیا کہ یہ ورکشاپ محمد صدیق کو دی جائے۔ اس پر سب بھائیوں نے بالاتفاق ورکشاپ ان کے حصّہ میں دے دی۔ کچھ باباجی نے اور بھائیوں نے باہمی رضامندی سے اس چھوٹے بھائی اور لاڈلے پیارے بیٹے کے ساتھ ترجیحاً سلوک بھی کیا جس کے وہ مستحق بھی تھے۔ اس وقت آپ نے ورکشاپ میں توسیع کر کے سریا بیلنے کا بار ابھی لگا لیا اور خراد مشینیں بھی چل رہی ہیں۔ لاہور سے اپنا سریا منگوا کر فروخت بھی کرتے ہیں اور سریا کو بار ابھی کرتے ہیں۔ پاور لومز کے سپیئر پارٹس، وائنڈنگ مشین، چارپیرے بھی بناتے

Marfat.com

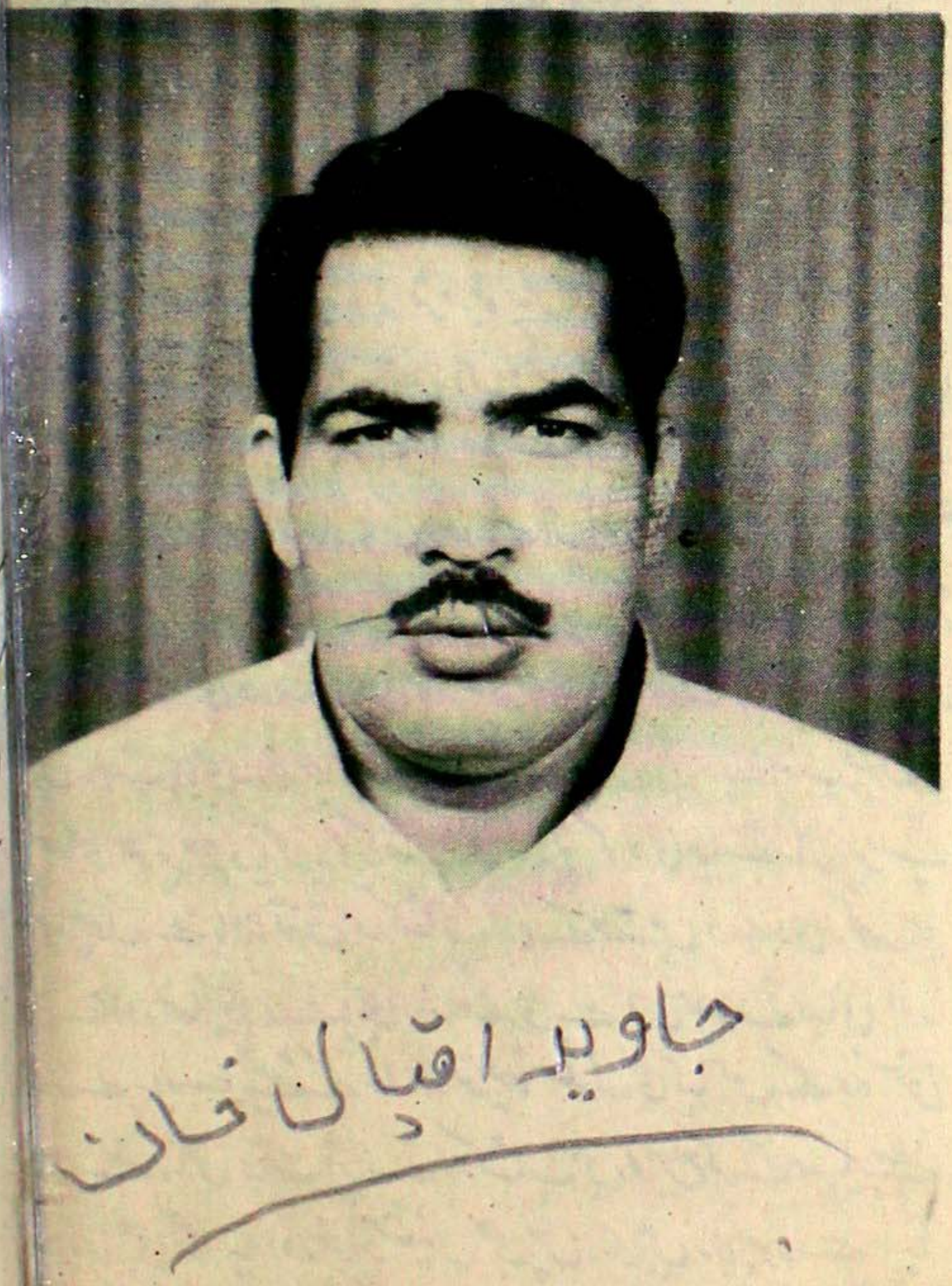

جاوید اقبال خان

میاں محمد صلاح الدین صاحب انجینئر

Marfat.com

ہیں۔

جس گاہک کو ایسی مشینوں کی ضرورت پیش آئے تو وہ سیدھا آپ کے پاس آکر دریافت کرتا ہے۔ اگر یہاں اسے مطلوبہ مشین تیار نہ ملے تو پھر وہ فوری ضرورت کے تحت کسی دوسری جگہ سے خریدتا ہے۔ ان کی یہ مشینیں بہت ہی مشہور و مقبول ہیں۔ سلائی مشینوں کے پرزہ جات بھی خوب بناتے ہیں۔

خوب محنت سے کام کرتے ہیں۔ کاروبار خوب چلتا ہے۔ دولت کی خوب ریل پیل ہے۔ خوب کماتے ہیں۔ باعزّت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کافی شہرت کے مالک ہیں۔ خوش خلقی، نیک سیرت اور ملن ساری ان کی شخصیت میں رچی بسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے بھی خوب نوازا ہے۔ ۲ لڑکے اور ۹ لڑکیاں عطا فرمائی ہیں۔

○○○

اولاد

لڑکے : اقبال احمد۔ خلیل احمد

لڑکیاں : سلمہ بی بی۔ ثریّا بی بی۔ رقیّہ بی بی۔ نجمہ بانو۔
ریحانہ بانو۔ فرزانہ بانو۔ انیتا بانو۔ نورین بانو۔
رخسانہ بانو

Marfat.com

باباجی کی لڑکیاں

(ہماری بہنیں)

حضرت باباجی کے ہاں دو لڑکیاں تولد ہوئیں جن کے مختصر حالات درج ذیل ہیں :-

(۱) بڑی لڑکی زینب بی بی

زینب بی بی (مرحومہ) میاں الٰہی بخش (مرحوم) کے عقد میں تھیں۔ ان کے ہاں ۵ لڑکے اور ۶ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں :-

عبدالرحمٰن	عبدالغفور	محمد سعید	نذیر احمد
کرم بیگم	رحمت بی بی	رشید بی بی	حفیظ بیگم
فضیلت بیگم	کوثر بی بی		

سب کی سب اولاد شادی شدہ ہے اور ماشاء اللہ اپنے اپنے گھروں میں آباد خوش و خرّم ہیں۔ زینب بی بی اور میاں الٰہی بخش اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور ان کی آرامگاہ مدینہ کالونی والٹن ٹریننگ سکول لاہور کے قریب موضع کوڑے کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کی تین لڑکیاں راقم الحروف کے تین بیٹوں کے عقد میں ہیں اور ہر طرح سے سکھی ہیں۔

Marfat.com

② خورشید بی بی

ہماری یہ بہن ماموں زاد بھائی محمد حسن سے شادی شدہ ہیں ۔
ان کے ہاں ۶ لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

ان کا ایک لڑکا محمد اشرف علی تھا جو کہ پیدائشی ولی تھا صرف پانچ سال کی عمر میں شادی بیاہ کی مجلسوں اور دوسری تقریبات میں توحید پرستی کا اس قدر چرچا کرتا کہ سننے والے دنگ رہ جاتے۔ اس بچے نے نہ تو سکول میں پڑھا اور نہ ہی کسی مسجد میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے باوجود قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ کو اس قدر روانی سے پڑھتا جیسے کہ حافظ صاحبان تلاوت کرتے ہیں۔ اردو میں ایسی جامع، مدلل اور روانی سے تقریر کرتا کہ سننے والے عش عش کر اٹھتے۔ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر ان کا ترجمہ و تفسیر بھی کرتا۔ اس بچے کی اکثر تقریریں ٹیپ کر کے والدین نے محفوظ کر رکھی ہیں۔ یہ بچہ صرف ۶ سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس کا صدمہ خاندان کو بے انتہا ہے۔

دعا ہے کہ خداوند کریم اس بچے کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین!

خورشید بی بی اپنے گھر میں خوش و خرم، آباد اور شاداں ہے۔

خورشید بیگم کی اولاد

لڑکے: محمد حفیظ۔ محمد حبیب۔ شوکت علی۔ احمد علی۔ سلامت علی۔
اشرف علی۔ حبیب الرحمٰن۔

لڑکی

حج و زیارات

(حاصلِ عمر)

ع: اس در پہ حاضری کا تجھ کو ہوا اِشارہ

حضرت سے مولانا عبدالرحمٰن صاحب خطیب اعظم جامع مسجد کوٹ فتح دین خاں قصور کی خدمت میں ایک دن بابا جی (والد صاحب) کو حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اتفاق سے ایک اور بزرگ بھی مولانا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے حج کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ بابا جی خاموشی سے سُنتے رہے۔ حضرت قبلہ مولانا صاحب نے بابا جی کو مخاطب کر کے فرمایا: مستری جی! آپ ملازمت کے سلسلے میں کئی مقامات کا سفر کر چکے ہیں مگر میں آپ کو ایک سفر کی ترغیب دلاتا ہوں کہ آپ اس سفر پر بھی ضرور جائیں جہاں اللہ کے نیک بندے سر کے بل چل کر پاپیادہ ریگستانوں، بیابانوں کو عبور کر کے پہنچتے ہیں اور آج کل تو ماشاءاللہ سفر بھی نہایت آرام دہ ہو گیا ہے۔ بحری اور ہوائی جہاز چل رہے ہیں۔ یہ سفر اس سرزمین کا ہے جس کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے عرش کے فرشتے بھی ادب سے موجود رہتے ہیں اور جس سرزمین کی سربلندی پر آسمان کو بھی رشک ہے۔

Marfat.com

وہاں کی ریت کے ذرّوں پر فخرِ کائنات رحمتِ مجسّم سرورِ عالم شافعِ محشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم آج تک ثبت ہیں۔

یُوں تو باباجی عرصۂ دراز سے حج پر جانے کی تمنّا لیئے پھرتے تھے لیکن اس وقت حضرت مولانا کے یہ الفاظ بانگِ سحر کا کام کر گئے اور باباجی کا سر ادب سے جُھک گیا۔ اس طرح باباجی حرمین الشریفین کے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی دیرینہ خواہش کو از سرِ نو جاگتا ہوا محسوس کرنے لگے۔ فرطِ جذبات سے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور نہایت ہی انکساری سے عرض کیا کہ حضرت! زندگی باقی رہی تو آئندہ سال یہ تمنّا بھی بفضلِ ایزدی پوری ہو جائے گی۔ انشاءاللہ! آپ دعا فرمائیں کہ خداوندِ کریم میرے اس نیک ارادے کو استقامت بخشے۔ آمین!

پہلا حج

چنانچہ دوسرے دوسرے سال ۱۹۴۸ء میں یہ ساعتِ سعید آن پہنچی۔ زہے نصیب زندگی بھر کی تمنّا بر آئی اور آپ نے اس سفرِ مقدس کا عزم کیا۔ آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ، حاجی فضل الدین کنونی، آپ کے پھوپھی زاد بھائی حاجی مستری فضل الدین اور ان کی اہلیہ اور حاجی شیخ امام دین بھی شریکِ سفر ہوئے۔ آپ لوگوں نے بذریعہ بحری جہاز سفر کیا۔ حرمین الشریفین میں آپ مشہور معلّم معلّم عمر اکبر کے مہمان تھے۔ اِن دنوں معلّم عمر اکبر نوجوان، تندرست اور ہنس مکھ سے بنیلے تھے۔ بیت اللہ شریف پر حاضری دی۔ ارکانِ حج ادا کیئے۔ حج

کی سعادت نصیب ہوئی۔ مکّہ مکرمہ کی تمام زیارات سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منوّرہ مطہرہ انور پر حاضری دی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں پہنچ کر دنیا کے ستار العیوب عقبیٰ میں شافعِ محشر سے عفو و مغفرت کی دعائیں مانگیں۔ اپنی خطاؤں پر رو رو کر آنکھوں سے آنسوؤں کے ہار پروئے اور بار بار شرفِ نیاز حاصل کرنے کی دعائیں مانگیں۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور التجائیں۔ عرض داشتیں، دعائیں گڑگڑا گڑگڑا کر پیشِ خدمت کیں ؎

○

اِدھر بھی کوئی ابرِ رحمت کا چھینٹا اِدھر بھی نظرِ بے سہاروں کے والی
نگاہوں میں ہے تیری بخشش کا عالم کھڑے ہیں ترے در پہ سوالی
ہمیں پھر عطا کر جلالِ ابوذر، ہمیں پھر عنایت ہو شانِ بلالیؓ
دمکتے رہیں تیرے گنبد کے جلوے سلامت رہے تیرے روضہ کی جالی
بجا ہے کہ ہم تشنگانِ کرم کا عمل کی حقیقت سے دامن ہے خالی
مگر یہ شرف بھی کوئی کم نہیں ہے تیری ذات سے ایک نسبت ہے عالی
جہاں سے ملی تھی بوچادر کو میری جہاں کیفِ ساماں تھی روحِ غزالی
وہاں لے کے آیا ہوں کلیوں کے گجرے وہاں لیکے پہنچا ہوں پھولوں کی ڈالی
شبِ زندگی کی سحر کرنیوالے صدف کو حریفِ گہر کرنے والے
عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشمِ کرم کا سوالی
کبھی اِک زمانہ میں تھی وجہِ نازش تیرے نام لیواؤں کی شان عالی
مگر اب تو ہے عبرتوں کا فسانہ ہم اہلِ مصیبت کا آشفتہ حالی

Marfat.com

میری سجدہ گاہ تیری زمین پہ ، یہ بڑے نصیب کی بات ہے
تیرے نقشِ پا پہ میری جبیں ، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

تیری خاک میرا تاجِ سر مجھے اپنے تخت پہ ناز ہے
میری رُوح کیف سے پُر ہوئی میری آنکھوں میں طورِ جمال ہے

میں گنہ گار تو ہوں مگر آقا رحمۃ اللعالمین ہے
ہُوں غلام شافعِ مذنبین یہ بڑے نصیب کی بات ہے

تُو رؤف تُو رحیم ہے تیری بارگاہِ کریم ہے
یہ وہ در ہے جس پہ نہیں نہیں یہ بڑے نصیب کی بات ہے

جنھیں خود حضورؐ بلائیں گے انھیں رنج و غم سے چھڑائیں گے
وہی بخشے جائیں گے بالیقیں ، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

کہاں میرا سر کہاں یہ زمیں ، کہاں یہ زمیں کہاں یہ جبیں
یہ ہے فضلِ ربّ العالمیں ، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

تیرے در پہ آیا عفو خواہ میرے ساتھ ہیں دو گواہ
میری چشمِ تر میری آستیں یہ بڑے نصیب کی بات ہے

احمد علی سا عاصی پُر گناہ کہاں آستانِ حبیبؐ حق
کہاں پہنچا یہ مجھ سا کمتریں یہ بڑے نصیب کی بات ہے

مدینہ شریف میں ہر ہر مقام پر جو جو دعائیں مانگیں اُن کا ماحصل یہ ہے:

Marfat.com

حضورؐ! حضورؐ! حضورؐ! آپ ضرور میری التجائیں سُنتے ہیں۔ مجھ حقیر فقیر کو اپنی رحمتوں سے سرشار کیجئے اور اپنی محبّت میں غرق کیجئے۔ میں دیوانہ ایک پاگل ایک فقیر حضور سے رحمتوں کی بھیک مانگتا ہوں۔ میرا کشکول قدموں پر پیش ہے۔ اس میں اپنی رحمتوں اور شفقتوں کی خیرات ڈال دیجیے۔ ہاں حضورؐ! اپنی رحمتوں اور اپنے اکرام و الطاف کا کچھ حصّہ اس عاصی گنہ گار نورؐ محمدؐ کے کاسۂ گدائی میں بھی ڈال دیجیے۔ حضور! آپ نے اپنے دربار میں حاضری کا موقع دے کر مجھ پر اتنا بڑا کرم کیا ہے کہ میں دن رات درود شریف پڑھ پڑھ کر بھی حضور کی ان نوازشوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

مدینہ منوّرہ کی تمام زیاراتِ مقدّسہ سے مشرف ہو کر اور ہر جگہ عقیدت کے آنسو بہا بہا کر آخر کار مدینہ شریف سے واپسی کا دن قریب آگیا۔ بابا جی کا رحمتوں اور شفقتوں سے لبریز دل و دماغ اس دن اداس ہے، غمگین ہے، جدائی کے آنسو رو رہا ہے اور خوب آنسو بہا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ دل و دماغ کی تمام مسرّتیں چھن گئی ہیں۔ معلّم حیدر حیدری نے بتایا کہ آج مدینہ سے واپس چلے جائیں گے۔ بس یہ سنتے ہی دل و دماغ کا نقشہ یکسر بدل گیا۔ بابا جی رخصت کے وقت ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ گئے، اور اس تڑپ پر بات بات پر نکلنے والے آنسو عجیب کیفیّت پیدا کر رہے تھے جب بس چلی تو بابا جی پر رقّت طاری ہو گئی۔ جب تک مسجدِ نبویؐ کے مینار اور گنبدِ خضراء نظر آتے رہے، بابا جی رو رو کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں سلام وداع کرتے رہے۔ بالآخر سسکتی اور بلکتی ہوئی

Marfat.com

آنکھیں لئے جدّہ پہنچے اور اپنے گھر قصور پہنچ گئے۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء

دوسرا سفرِ حج

اس دوسرے سفرِ مبارک کے موقع پر باباجی کے فرزند حاجی محمد شفیع صاحب بھی شریک سفر تھے۔ اس حج کی روئداد برادرم حاجی محمد شفیع نے اپنی زبانی بیان فرمائی جسے راقم الحروف نے تحریری رنگ دیکر قلمبند کیا۔

مارچ ۱۹۷۱ء کا سال تھا اور اس سال یہ حج اکبر بن کر آیا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے دو فرزند حاجی محمد شفیع و حاجی فضل الٰہی صاحبان کے علاوہ حاجی فضل الٰہی کی اہلیہ و حاجی محمد یعقوب کنوئی بھی حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی آپ رئیس المعلّمین عمر اکبر کے ہاں مہمان ہوتے۔ معلّم عمر اکبر اس وقت آنکھوں سے نابینا ہو چکے تھے اور ان کے فرزندوں نے اپنے والد کی جگہ معلّمی کا کام سنبھال رکھا تھا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح حجاج کرام کی خدمت بڑے اچھے اور احسن طریقے سے کر رہے تھے۔

جب باباجی اپنے اس مختصر سے قافلے اور سامان سمیت معلّم موصوف کے ہاں پہنچے تو معلم عمر اکبر اپنے ڈیرے پر موجود تھے۔ باباجی نے ان سے السلام علیکم کے ساتھ مصافحہ کیا تو معلّم صاحب نے باباجی کا نام دریافت فرمایا۔ جب باباجی نے اپنا نام نور محمد قصوری پاکستانی بتایا تو معلّم صاحب بڑے ہی اشتیاق سے بغلگیر ہو گئے اور فرمانے لگے کہ آپ پہلے بھی میرے

Marfat.com

مہمان رہ چکے ہیں۔ معلّم صاحب کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ انھوں نے ایکدم فرمایا کہ آپ ۱۹۴۸ء میں بھی میرے مہمان رہ چکے ہیں اور ساتھ ہی حاجی فضل دین، حاجی فضل دین کنونی، ہماری والدہ ماجدہ اور حاجی فضل دین کی زوجہ و حاجی امام دین صاحبان جو اُس حج پر میرے ہمراہ تھے، کے نام بھی بتا دیئے انھوں نے فرمایا کہ اب پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت نصیب فرمائی ہے اور مجھے پھر آپ کی مہمانی کا شرف حاصل ہے۔ آپ لوگ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اس سعادت سے نوازے۔ بابا جی نے اپنے فرزندوں اور ہمراہیوں کا تعارف بھی معلّم صاحب سے کرایا تو وہ اور بھی خوش ہوئے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے۔ ساتھ ہی حج سے متعلقہ مسائل بھی سمجھاتے رہے۔ اس طرح مکّہ شریف سے حج کی ابتدا ہوئی۔

بابا جی اپنے اس مختصر سے قافلے کو لے کر خود ایک معلّم کی حیثیت سے اَللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک کا وردِ مسعود کراتے ہوئے مکہ مکرمہ کی خوبصورت گلیوں سے ہوتے ہوئے بیت اللہ شریف کے باب السّلام تک جا پہنچے۔ یہ مسجدِ حرام کا دروازہ ہے۔ اس دروازے سے حرم شریف میں داخل ہونا افضل ہے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہو کر سب سے پہلے حجرِ اسود کے پاس لے گئے۔ حجرِ اسود جنّت کا ایک پتھر ہے جس کو بوسہ دینے سے حاجی کے گناہ اس طرح چُوسے جاتے ہیں جیسے سیاہی چُوس پیپر سیاہی کو چُوس لیتا ہے۔ بابا جی نے طواف کا طریقہ بتایا۔ سب نے حجرِ اسود کو بوسے دیئے اور طواف عمرہ کے لئے سات چکر لگائے۔ پھر مقام ابراہیم پر آ کر دو نفل ادا کئے۔ مقام ابراہیم

بھی جنّت ہی کا ایک پتّھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ اس کے بعد زمزم کے کنویں پر لے گئے۔ یہ چشمہ مسجدِ حرام بیت اللہ کے قریب واقعہ ہے۔ انھوں نے زمزم کے پینے کا طریقہ بتایا اور ہم نے سیر ہو کر زمزم پیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد صفا مروہ گئے۔ صفا و مروہ دو پہاڑیوں کا نام ہے جن پر حضرت ہاجراں علیہا السّلام اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے لئے پانی کی تلاش میں اِدھر سے اُدھر دوڑ کر اوپر نیچے آتی جاتی رہیں۔ بابا جی نے بیتُ اللہ شریف کی طرف منہ کر کے صفا و مروہ پر سعی کرنے (دوڑنے) کا طریقہ بتایا۔ سب ساتھیوں نے یہ عمل پُورا کیا اور اس طرح عمرُہ پورا ہو گیا۔

ہمارے والد حضرت بابا جی نے مندرجہ بالا کام اپنی ضعیفی کے باوجود اس طرح ادا کئے اور کروائے کہ جیسے ایک روحانی طاقت اُن کے جسم میں سرایت کر گئی ہو۔

اب مناسکِ حج کیلئے تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ بابا جی نے کچھ مختصر سی تاریخ اپنے ہمراہیوں کو ترغیب دلانے اور معلومات کے لئے یُوں بیان کی:

خانہ کعبہ بیتُ اللہ شریف اللہ تعالےٰ کا مقدّس گھر ہے جسے سب سے پہلے اللہ کے حکم سے ملائکہ نے تعمیر کیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے مل کر از سرِ نو اسے تعمیر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ مبارک میں بھی خانہ کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا گیا جس میں آپؐ نے بھی حصہ لیا اور حجرِ اسود

Marfat.com

کو اپنے دستِ مبارک سے اس کی جگہ پر نصب فرما کر ایک بہت بڑی اور خونریز لڑائی کے خطرے کو ٹال دیا۔ یہ گھر خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان رکھنے والوں کے لئے سب سے پہلی عبادت گاہ ہے ؎

دُنیا کے بُتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

اب بابا جی نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کو صرف دیکھتے رہنے سے اللہ تعالےٰ ۲۰ رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس میں نماز پڑھنے والوں پر ۴۰ رحمتیں اور اس کے گرد طواف کرنے والوں پر روزانہ ۶۰ رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

اس وعظ و نصیحت کے بعد بابا جی اپنے ہمراہیوں کو لے کر حرم شریف میں داخل ہوئے اور سب نے طواف کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حجرِ اسود کو بوسے دیئے۔ مقامِ ابراہیم کے قریب آکر نوافل ادا کئے۔ پھر ملتزم سے چمٹ چمٹ کر دعائیں مانگیں۔ ملتزم حجرِ اسود اور بیت اللہ شریف کے درمیان ہے۔ یہاں پر دعائیں مانگنا مسنون و مقبول ہے۔ پھر مسجدِ حرام سے نکل کر صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد میدانِ عرفات میں پہنچ گئے۔

میدانِ عرفات اس مقام کو کہتے ہیں جہاں عرش سے فرش پر اترنے کے بعد حضرت آدم علیہ السّلام کی ملاقات حضرت حوّا علیہا السلام سے ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس میدان کی حدُود قائم ہیں اور ان حدود سے باہر ٹھہرنا مناسکِ حج کے خلاف ہے بلکہ حج کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ بابا جی نے میدانِ عرفات میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اور

اپنے ہمراہیوں سے بھی منگوائیں۔ یہاں اللہ تعالےٰ کی بے پایاں رحمتیں برستی ہیں۔ سب نے اپنے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگیں۔ استغفار پڑھے پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں اور ندیاں بہائیں دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہے۔

وقوفِ عرفات مکمل کرنے کے بعد مزدلفہ پہنچے مزدلفہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ رات گذارنے کے بعد رمی کرتے یعنی کنکریاں مارنے میں مشغول ہوئے۔ چھوٹے شیطان، درمیانے شیطان، بڑے شیطان کو کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کرنے منا پہنچے۔

تمام مناسکِ حج ادا کر لینے کے بعد احرام کھول دیئے۔ بس حج مکمل ہوگیا۔ پھر واپس خانہ کعبہ پہنچ کر طوافِ وداع کیا۔ منظوم دعائیں مانگ مانگ کر آنسوؤں کے ہار پروئے۔ (اللہ تعالےٰ کے حضور میں) سے

تو ہو کسی بھی حال میں مولا سے لو لگائے جا
قدرتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جا
ضربیں خدا کے نام کی دل پر یونہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ یونہی کھٹکھٹائے جا

○

یا خدا! یا خدا! سن لے میری یہ اِلتجا
آگیا ہوں در پہ تیرے ٹھوکریں کھاتا ہوا
تیری چوکھٹ پہ کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے ہوئے
مانگتا ہوں رحم تجھ سے سر کو جھکائے ہوئے

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در تیری اس پر ہو کیوں نظر
تُو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا
بخش دے میرے گناہ بخش دے میری خطا
یا خدا! یا خدا! سُن لے یہ میری اِلتجا
تُو ہے والی بے کسوں کا تجھ سے کہتا ہوں میں
تجھ سے اگر نہ کہوں اور کہوں کس سے کہوں
تیرے دَر سے اچھا مجھے اور در نہیں ملا
یا خدا! یا خدا! سُن لے میری یہ التجا

مدینہ میں حاضری

اب روضۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دینے کی تیاری شروع ہوئی ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ جائیں ہم — خاکِ درِ رسولؐ کا سُرمہ لگائیں ہم
چلو سر کے بل اب تو متوالے اُٹھ کر — مدینہ بہت ہی قریب آگیا ہے
ہو نظرِ کرم مجھ پہ شاہِ مدینہ — لو قدموں میں تیرے نجیب آگیا ہے
تصوّر میں ہیں اب مدینہ کی گلیاں — سماں مجھ پہ گویا عجیب آگیا ہے
بڑی آہ و زاری سے جاگا مقدّر — میرے کام میرا نصیب آگیا ہے

محمدؐ کا روضہ قریب آگیا ہے
بلندی یہ اپنا نصیب آگیا ہے

ان کے صدقے جنھیں یادِ شہِ ابرار ملی
انکے صدقے جن آنکھوں نے مدینہ دیکھا
بخرد اس معجزۂ شوق پہ حیراں ہوئی
انکے دربار میں جب مجھ جیسا کمینہ دیکھا

ہے پیشِ نظر روضہ سلطانِ اممؐ آج
پہلے سے فزوں ہے مجھے امیدِ کرم آج
پھر میں نے پکارا انہیں بادیدۂ نم آج
یاد آئے بہت سیدِ سالارِ امم آج
اِک طالبِ دیدار پہ بھی چشمِ کرم آج
اے ماہِ حبیبؐ ٹوٹے طلسمِ شبِ غم آج
نزدیک ہے ہمدم شہِ طیبہ کا حرم آج
آ رقص کریں ماہِ مدینہ میں ہم آج
سرکارؐ بلایا ہے تو ہو اِتنا کرم آج
سرکارؐ کے قدموں میں نکلے مرا دم آج

اِک عمر جلایا ہے کڑی دھوپ نے مجھ کو
مِل جائے مجھے سایۂ دیوارِ حرم آج

باباجی اپنے اس مختصر سے قافلے کو لے کر جب باب السلام سے مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مل کر یہ دُعا مانگی :-

اے اللہ! تُو نے اپنی نوازشات سے ہمیں یہ مبارک دن دکھلایا ہے۔ ہم تیرے ہی فضل و کرم سے ایسی سرزمین میں داخل ہو رہے ہیں جو تیرے محبوب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے اپنے لطف و کرم سے اور اپنی برکتوں،

Marfat.com

رحمتوں اور عطاؤں سے ہمارے دلوں کو سرشار کر دے۔ اے اللہ! اپنے محبوب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و عنایت کے ساتھ ہماری طرف توجہ کیجیے کیونکہ
ان کا قلب مبارک بھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

پھر مسجدِ نبویؐ میں داخل ہو کر روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر
بابا جی نے یہ دعا کی جس پر ہم سب آمین آمین کہتے رہے :-

اے اللہ! تو گواہ ہے کہ تیرے یہ گنہ گار بندے تیرے حبیبؐ پاک کی
محبت میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے شرفِ نیاز حاصل کرنے آئے ہیں، اور
اس مقدس سرزمین کی خاکِ پاک اپنی آنکھوں سے لگا کر روضۂ رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر رات دن حاضری دے کر عفو اور پناہ کے طلب گار رہیں۔ اے
غفور و رحیم! تو اپنے محبوب کی خاطر ہم پر رحم فرما اور اپنی محبت عبادت اور
شہنشاہِ دو عالم کی محبتِ جاودانی عطا فرما۔

برادرم عزیزم حاجی محمد شفیع کا بیان ہے کہ بابا جی نے ایسی خشوع و خضوع
گڑگڑا کر سسکتی بلکتی ہوئی آہوں اور پُرنم آنکھوں سے دعائیں اور التجائیں
کیں کہ ہم سب پر رقت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہ
نکلیں، سسکیاں اور آہیں بھر بھر کر اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور اپنی جھولیوں
کو اللہ کی رحمتوں سے بھرتے رہے۔ اس اثناء میں بابا جی کی ریش مبارک جو
پون بالشت لمبی تھی، آنسوؤں سے تر ہو گئی

دعا سے فارغ ہوئے تو پھر برادرم حاجی محمد شفیع صاحب نے سنہری
جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر بڑے ترنم سے التجائیں کیں اور دوسرے

Marfat.com

ہاتھی بھی دل میں پڑھتے رہے اور آمین آمین کہتے رہے ؎

تہی دستوں کو زمانے بھر کی دولت بانٹنے والے
درِ اقدس پہ میں بھی کاسہ لے کے آیا ہوں
اُٹھا دو اے نگاہِ شوق سبز گنبد کے پردے
میں بھی دیدارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنّا لے کے آیا ہوں
لے کے دربار میں حالِ زار آیا ہوں
رحم اے خواجہ! کہ میں سینہ فگار آیا ہوں
دل سے بارِ غمِ ایّام اُتار آیا ہوں
یہ مدینہ ہے ، یہاں زمزمہ بار آیا ہوں
اللہ! اللہ! یہ فیضانِ ہوائے طیّبہ
کہ خراماں صفتِ ابرِ بہار آیا ہوں
بوسہ گاہ لبِ جبریل ہے باب حضرت
چومنے میں بھی درِ شہر کا غبار آیا ہوں
گھر سے نکلا تھا تو مدینہ تھا نظر میں
جلوہ در سینہ تجلّی یک بار آیا ہوں
کئی امّیدیں ، کئی حسرتیں لیکر دل میں
تیرے گھر ، تیری گلی تیرے دربار آیا ہوں
اب تو جلووں میں گزرتا ہے مرا وقت تمام
غمِ ہستی کے شب و روز گزار آیا ہوں

Marfat.com

نظر اے لطف و کرم باغِ جہاں کے مالی
ہُوں خزاں دیدہ، طلب گارِ بہار آیا ہوں

برادرم حاجی محمد شفیع صاحب نے مدینہ طیّبہ کے قیام کی رُوئیداد بیان کی:

مدینہ طیّبہ پہنچنے کے بعد دوسرے روز باباجی ہمیں مختلف مقاماتِ مقدّسہ کی زیارات کے لئے لے گئے۔ سب سے پہلے مدینہ منوّرہ کے عظیم قبرستان جنّت البقیع میں داخل ہوئے۔ اس میں صحابۂ کرام۔ بزرگان عظام، علمائے کرام، امّہات المومنین اور صالحین کے مزارات ہیں اور دیگر بہت سی متبرّک ہستیاں بھی آرام فرما ہیں۔ سیدھے امام المظلومین سیّدنا حضرت عثمان غنی ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے مرقد مبارک پر حاضری دی۔ اس جگہ پر جانے والا ہی ان کے مرقد مبارک کی عظمت کا اندازہ کر سکتا ہے وہاں پر کھڑے ہوئے اور جب نگاہ اُٹھی تو روضۂ اطہر پر جا لگی اور بالکل سامنے گنبدِ خضرا دکھائی دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھا کر حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کے حق میں بیعت لی تھی۔

اس کے بعد اُس عظیم ماں حلیمہ سعدیہ کی قبرِ مبارک پر حاضری دی۔ ہم سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جنّت البقیع کی کسی قبر پر بھی ایسی خوشنما سبزہ بیل نظر نہیں آئی جیسی اس عظیم ہستی اور عظیم ماں کی قبرِ مبارک پر دیکھنے میں آئی۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُودھ پلانے والی ماں کے

سینے مبارک کو اس بیل نے ایسے ڈھانپ دیا ہے کہ جیسے قدرت نے بالکل پردہ دے دیا ہو۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی لحد مبارک پر حاضری دی اور ان کے وسیلہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

اس کے بعد سات شہیدوں کی قبروں کی زیارت کی جن کے گرد اگرد تقریباً ۴ فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ اس سے آگے چل کر آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین کی قبورِ مبارکہ کی زیارت اور حاضری سے مشرف ہوئے۔ ان کی تعداد ۹ ہے۔

اس کے قریب ہی ساتھ والی چوکھنڈی کے گرد ایک بڑا ہجوم کھڑا نظر آیا۔ ہم فوراً وہاں پہنچے۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس میں چار قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ایک کونہ میں حضرت خاتونِ جنت جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی ہیں۔ درمیان میں حضرت امام حسن، حضرت امام زین العابدین، حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ واپس ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک پھوپھیوں کے مرقد مبارک تھے جن کی زیارات سے بھی مشرف ہوئے۔ اس طرح ہم نے مذکورہ زیارات کی تکمیل کی۔

تیسرے دن باباجی کے ہمراہ زیارتوں کے لئے پھر نکلے۔ پہلے مقامِ اُحد پر پہنچے۔ باباجی نے ہماری معلومات کے لئے فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے۔ پھر باباجی ہمیں ایک بڑی چار دیواری کے اندر لے گئے۔

Marfat.com

اندر داخل ہوتے ہی حضرت امیر حمزہ کی قبر کی زیارت کی جو بالکل درمیان میں تھی۔ اس کے ایک طرف حضرت عبداللہ بن جیش اور دوسری طرف حضرت مصعب بن عمیرہ مدفن ہیں۔ ان تمام اصحاب کی قبور کی زیارتوں سے مشرف ہوئے۔

آگے چل کر جنگِ احد میں شہید ہونے والے ستر شہداء کی قبورِ مبارکہ کی زیارت کی۔ اس کے بعد حضرت عثمان کے کنویں جو بیرِ عثمان کے نام سے مشہور ہے، کی زیارت کی۔ اس کنویں کو حضرت عثمانؓ نے یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس کنویں پر آج کل ٹیوب ویل لگا ہوا ہے۔ ہم نے وہاں پر نفل ادا کئے اور جی بھر کر اس کنویں کی زیارت کی۔ بیرِ عثمان پر ایک چیز جو دیکھنے میں آئی، وہ یہ کہ اِرد گرد کا علاقہ پتھریلا تھا لیکن ہر طرف کافی ہریالی نظر آ رہی تھی۔

اس کے بعد حضرت باباجی نے ہمیں وہ خندق کا میدان دکھایا اور اس کی مختصر تاریخ سے ہمیں آشنا فرمایا۔ اس کے بعد مختلف مسجدیں دیکھیں اور خاص کر مسجدِ قبلتین، جہاں حضورؐ نے ظہر کی نماز کے دوران بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف چہرۂ انور پھیر لیا۔ اس میں ایک محراب بیت المقدس اور دوسرا خانہ کعبہ کی طرف ہے، اس مسجد کی زیارت کی۔

اب چوتھے دن کی زیارات کی ابتدا مسجدِ قبا سے ہوئی۔ حضرت باباجی ہمیں مسجدِ قبا میں لے گئے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص باوضو ہو کر یہاں دو رکعت نمازِ نفل ادا کرے گا اس کو عمرہ کا ثواب

Marfat.com

ملے گا۔ چنانچہ ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بڑے ہی خشوع وخضوع سے نوافل ادا کیئے۔ یہ مسجد بڑی خوبصورت ہے اور یہ عہدِ نبویؐ کی پہلی مسجد ہے۔

اس زیارتِ مقدس سے فارغ ہوکر اب نخلِ بنی سلمان پر حاضری دی۔ وہاں پر کھجوروں کے اتنے درخت تھے کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ خاص کر دو کھجوریں اتنی بڑی اور اونچیں تھیں کہ دیکھنے والے کے سر سے پگڑی گر جائے۔ یہ مبارک کھجوریں وہ ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ یہ کھجوریں حضور علیہ السّلام نے خود اپنے دستِ مبارک سے لگائیں تھیں۔ کچھ کھجور کے درخت وہ ہیں کہ جنھیں لگانے کے لئے آپؐ نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ سب اصحاب ایک ایک کھجور کا درخت لگائیں۔ بڑی کھجوروں کے تنے اتنے ملائم ہو چکے ہیں جیسے ریشم ہو کیونکہ ہر آنے والا زائر ان کھجوروں کے تنوں سے لپٹ لپٹ کر اپنا جسم لگا کر ایک روحانی تسکین حاصل کرتا ہے۔ بابا جی نے یہاں ایک دکاندار سے ہمیں کچھ کھجوریں لے کر دیں اور ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں۔

آگے گئے تو خاک شفاء کا میدان نظر آیا۔ اس میدان کے متعلق مشہور ہے کہ جنگ سے فارغ ہوکر زخمی صحابہؓ کو حضورؐ نے حکم فرمایا تھا کہ اس میدان کی خاک اٹھا اٹھا کر اپنے اپنے بدنوں پر ملیں۔ جب صحابہ نے ایسا عمل کیا تو تمام زخمیوں کے زخم مندمل ہوگئے اور شفاء ہو گئی۔ اسی مناسبت سے اس میدان کو خاکِ شفاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس میدان میں

کافی گڑھے پڑ چکے ہیں۔ ہم نے بھی وہاں سے خاکِ شفا حاصل کی۔

اب پانچویں دن کی زیارات کھجور منڈی سے شروع ہوئیں۔ باباجی نے ہمیں مختلف کھجور منڈیاں دکھائیں اور ساتھ ہی ایک بڑی مسجد کی زیارت کی جو مسجد قبلہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ بھی روائت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز کی سب سے پہلے امامت فرمائی تھی۔ یہاں نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد حضرت سیّدنا ابوبکر و حضرت سیّدنا عمر فاروق و حضرت علی رضی اللہ عنہم کی زیارات سے مشرف ہوئے۔ یہ سب مسجدیں اپنی اپنی جگہ پر نہایت خوبصورت تعمیر کی گئی ہیں۔

چھٹے روز باباجی ہمیں ہمراہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کے مزار پر لے گئے۔ اس جگہ ایک قبر مبارک تو آپؐ کے والدِ ماجد کی ہے اور دوسری کسی بادشاہ کی۔ یہ دونوں قبریں ایک قلعہ نما حویلی میں ہیں۔ اس کے بعد حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت کاسہؓ کی زیارت کی۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے حضور علیہ السّلام کی مہرِ نبوّت مبارک کو بوسہ دیا تھا۔

بقیہ ایّام مسجدِ نبویؐ میں درود و سلام میں گزارے۔ مسجدِ نبوی کے متعلق مشہور ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اَدا کرے گا، وہ دوزخ کی آگ اور عذاب و نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرنا کسی دوسرے مقام پر نماز ادا کرنے سے ہزار گنا افضل ہے۔ ایک دوسری روائت ہے کہ ایک نماز کے بدلے

Marfat.com

پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ ہم نے خدا کے فضل و کرم سے اس مسجد
و میں چالیس سے زائد نمازیں ادا کیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں یہ موقع نصیب
رما کر خوش بختی سے نوازا۔ یہ نمازیں صرف اسی کی دین تھی، اسی کا کرم تھا۔
ورنہ ہم گنہ گار رُوسیہ کا کہاں ٹھکانا۔ ریاض الجنّت میں نمازیں کثرت سے
پڑھتے رہے۔ مدینہ شریف میں قیام کے دوران دو عدد جمعۃ المبارک بھی ادا
کرتے نصیب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے خوب خوب جھولیاں بھریں۔
مدینہ منوّرہ کی ہر زیارت کو خوب جی بھر کر دیکھا۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر
ہے جس نے یہ موقع فراہم کیا۔ شکراً الحمد للّٰہ!

کوئے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم

تیرے کوچہ میں صنم جلوے وہ سُندر دیکھے
فیض بخشی کے تیرے چلتے سمندر دیکھے
مجھے وہ کیف کہاں جنّتِ رضواں میں نصیب
جو نظارے تیرے دربار کے اندر دیکھے

تیرے دربار کی کیا شان ہے سبحان اللہ
تیرے منگتوں میں کھڑے لاکھوں سکندر دیکھے

تیرے جو نام سے بیزار ہو گئے واللہ!
ذلیل و خوار ہوئے ہم نے دربدر دیکھے
کوئے حبیبؐ میں پروانے منتظر دیکھے
رقص کرتے ولی ابدال قلندر دیکھے

برادرم حاجی محمد شفیع صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ انہیں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے اور والدِ بزرگوار کی دعاؤں کے صدقے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم و سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی زیارت بھی ذراسی اونگھ کے درمیان نصیب ہوئی۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اِس طرح حج کا یہ مبارک سفر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب فرمایا تھا آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ آخری بار ہم مدینہ منورہ سے سیدھے احرام باندھے مکہ مکرمہ الوداعی حاضری کیلئے حاضر ہوئے اور پہلے عمرہ ادا کیا۔ کعبہ سے وداع اور رخصت ہونے کا غم اور آنکھوں سے رواں دواں آنسوؤں کے ساتھ آخری طواف کیا اور مقام ابراہیم پر دو نفل طواف کے پڑھے۔ پھر زمزم شریف پر جا کر خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر ملتزم پر وداع اور رخصت کے غم سے نڈھال خوب لپٹ لپٹ کر روئے اور خشوع و خضوع کے ساتھ حج کی قبولیت اور دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعائیں مانگیں اور یہ بھی دعا مانگی کہ خداوندا! ہماری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو بلکہ ہمیں بار بار اپنے دربار کی حاضری کی توفیق بخشی جائے اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بار بار نصیب فرما۔ پھر حجرِ اسود کو آخری بوسہ دیکر حسرت سے بیت اللہ کو دیکھا اور آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ہار پروتے ہوئے ربِ کعبہ کو یاد کرتے ہوئے التجائیں دعائیں کرتے ہوئے پکارا کہ اے ربِ کعبہ! اے غفور رحیم! اے ستار العیوب! اے دلوں کے بھید

جاننے والے سمیع و علیم! ہم سے مسجدِ حرام اور بیت اللہ کے آداب اور حقوق کے بارے میں جو کوتاہیاں ہوئی ہوں انہیں معاف فرما۔ اس دعا کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے معافیاں مانگتے ہوئے حرم شریف سے باہر آ گئے۔

تیسرا حج مبارک

اس تیسرے حج کے سفرِ مبارک میں آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند دلبند حاجی فضل الٰہی صاحب اور راقم الحروف کی اہلیہ کرم بی بی تھیں۔ اس سفرِ حج کی روئداد حاجی صاحب موصوف اور اپنی زوجہ کی زبانی تحریر کرتا ہوں جو مندرجہ ذیل ہے :۔

حضرت بابا جی اپنے گروپ کے ہمراہ مورخہ ۷۴/۱۲/۵ کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے جدّہ پہنچے اور جدّہ سے سیدھے مکہ شریف پہنچ گئے۔ گروپ کے ساتھیوں کے نام یہ ہیں : حاجی فضل الٰہی، غلام صغراں، کرم بی بی، حیات بی بی زوجہ محمد حسین۔ ارشاد احمد ولد حاجی محمد حسین۔ معلّم عمر اکبر کے ہاں قیام کیا۔ رہائش کے لئے ایک مشترکہ مکان حرۃ الباب ڈاک خانہ والی گلی میں حاصل کیا۔ یہ مکان حرم شریف کے بالکل نزدیک ہے۔ ہم سب نے اس میں اپنا اپنا سامان رکھا۔ سب سے پہلے عمرہ ادا کرنے کی نیّت سے بیت اللہ شریف کی طرف چلے۔ پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، حجرِ اسود کو بوسے دیئے۔ صفا و مروہ پر سعی کی۔ ان تینوں کاموں کے کرتے میں معلّمی کے فرائض بابا جی نے ادا

Marfat.com

کر کے رہنمائی فرمائی۔ وہ مسلسل دعائیں پڑھتے جا رہے تھے، ہم بھی دہراتے جا
تھے۔ اسی کیفیت میں ہم نے طواف کئے اور حجرِ اسود کو بوسے دینے کی نعمت
نصیب ہوئی۔ الحمدللہ!

دنیا کے بُت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہ

طواف پورا کر کے ہم آبِ زمزم کی چار دیواری کے مقام پر آ گئے۔ آب
پیا، دل پر لگایا اور اپنے احراموں پر بھی چھڑک لیا۔ اس وقت باباجی فرمانے
کہ کہاں نور محمد حقیر پُر تقصیر گنہ گار بندہ اور کہاں یہ عظمتوں والا پانی سبحان
اپنی خوش بختی پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس
تیسری دفعہ ایسا مقدس مقام زندگی میں دیکھنا نصیب فرمایا۔ باباجی کی معیت
میں ہم دعائیں پڑھتے پڑھتے صفا پہاڑی پر گئے اور دعائیں پڑھتے پڑھ
دوسری سیڑھیوں سے اتر کر آگے چلے گئے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے
چڑھائی نظر آئی جہاں اوپر مروہ پہاڑی تھی۔ اس جگہ دعائیں پڑھ کر دو
واپس دوسرے راستے اتر کر طے کیا اور دوڑ دوڑ کر صفا پہاڑی پر پہنچے
گویا ایک چکر پورا ہو گیا۔ اسی طرح ہر چکر میں ایک ایک مقام پر اللہ اکبر
اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہا اور اسی طرح ساتوں چکر پورے کئے۔ الحمدللہ
عمرہ پورا ہو گیا۔

پھر باباجی نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! اے خانہ کعبہ کے مالک
تیرا بندہ تیرے گھر کو دیکھ کر مسرت سے رو رہا ہے اور عرض گزار ہے
پروردگارِ عالم میرے ماں باپ کو جنت الفردوس عطا فرما۔ اے میرے

Marfat.com

کریم! میرے بچّوں اور بچیوں کو اپنی عبادت کی توفیق دے اور اپنی فرمانبرداری کا جذبہ عطا فرما۔ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار کر۔ اس کے بعد یا باجی ہم سب کو لے کر اپنے مکان میں واپس آ گئے۔ ہم لوگ روزانہ حرم شریف میں جاتے اور نوافل وغیرہ ادا کرتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحج کا دن آ پہنچا۔ ہم سب نے غسل کر کے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ سے منا کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہمارے دل مسرّتوں سے لبریز تھے۔ ہم خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا کر اس کے حضور میں سربسجود ہوتے ہوئے منیٰ کے مقام پر پہنچ گئے۔ چنانچہ سارا دن اور ساری رات قیام کیا اور عبادت میں مشغول رہے۔ دوسرے دن ۹ ذوالحج کو ہم سب نمازِ فجر ادا کر کے سورج نکلنے کے بعد عرفات کے میدان کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت باباجی نے ہمیں بتایا کہ میدان عرفات وہ میدان ہے جہاں حضرت آدم علیہ السّلام کی ملاقات حضرت حوّا علیہا السلام سے ہوئی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تھا۔ عرفات کے میدان میں ہم نے اکثر وقت درود و وظائف، تلبیہ لبیک میں گزارا پھر ہمارے معلّم ہمیں دعائے حج اور مناسکِ حج کے لئے جبلِ رحمت کے سامنے لے گئے۔ وہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے اور ہم دہراتے جاتے تھے نہایت پُراثر دعائیں پڑھنے کے بعد اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے، بہن بھائیوں کے لئے دلی دعائیں کیں۔ باباجی نے میدانِ عرفات جانے سے پہلے جو چند نصیحتیں کیں وہ یہ ہیں :-

عرفات کا مبارک موقع مبارک دِن بار بار نصیب نہیں ہوتا۔ اسی تھوڑے

Marfat.com

سے وقت کا نام حج ہے۔ اس بابرکت دن اور وقت کو غفلت سے نہ گزار
چاہیے بلکہ اس وقت کو تلاوتِ قرآنِ پاک، دلی دعاؤں، کثرتِ درود و
تلبیہ اور ذکر و اذکار میں صرف کرنا چاہیے۔ باباجی نے مزید بتایا کہ عرفات
کا وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس میدان میں جو بھی دعا مانگی
جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے انشاء اللہ! چنانچہ ہم سب نے اپنے دل کی
گہرائیوں سے خوب خوب دعائیں مانگیں اور اللہ کی رحمتوں کے موتی لوٹے
خداوندِ کریم کی رحمتوں کی بارش سے اپنے دامن کو بھرا۔ آہوں اور سسکیوں
غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ روانہ ہو گئے۔

باباجی نے مزدلفہ کی رات کی اہمیت بیان فرمائی۔ فرمایا کہ یہ مزدلفہ
شبِ شبِ قدر سے افضل ہے۔ چنانچہ ہم نے رات بھر ذکرِ الٰہی میں گزا
مزدلفہ کے میدان سے شیطان کو مارنے کے لئے کنکریاں اٹھائیں۔ مزدلفہ
صبح صادق کے وقت نمازِ فجر سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں پہنچے
سب نے متفقہ طور پر حاجی فضل الٰہی و حاجی ارشاد احمد کو قربانی کی
دے کر قربان گاہ بھیجا۔ اس طرح یہ دونوں اپنی اور سب کی طرف سے قر
کر آئے۔ قربانی حج کا شکرانہ ہے اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی سنّ
اور حج کا رکن بھی ہے۔ اس کے بعد رمی کی اور ہم سب نے پہلے جمر
پھر جمرہ وسطیٰ اور پھر جمرہ عقبیٰ پر کنکریاں ماریں۔

پھر سر کے بال منڈوائے اور خانہ کعبہ پہنچ کر زمزم سے وضو کر
طواف کی نیت کر کے طواف شروع کیا۔ طوافِ زیارت حج کا آخری

Marfat.com

ہے وہ بھی اَدا کیا۔ ان فرائض سے فارغ ہوکر ہم سب مکہ معظّمہ واپس اپنی قیام گاہ پر آگئے۔ غسل کیا، احرام کھول کر کپڑے پہنے۔ آج خدا کے فضل و کرم سے احرام کھُل گیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ حج کے تمام ارکان بخیر و خوبی اَدا ہو گئے۔ الحمد للہ! الحمد للہ! الحمد للہ! ثمّ الحمد للہ! مدینہ کی حاضری سے پہلے طوافِ وداع کر لیا۔

مدینہ منوّرہ کی تیاری

معلّم صاحب نے بتلایا کہ مدینہ منوّرہ کی تیاری کرو۔ اور تاریخ بھی بتلا ی۔ چند روز قبل قبلہ والد بزرگوار یا باجی کو سینے میں درد کی شکایت ہو گئی محلہ جیاد میں چوہدری فضل حسین صاحب قصوری اور حاجی محمد ابراہیم صاحب ٹھیکیدار اچھرہ لاہور والے قیام پذیر تھے۔ چوہدری صاحب موصوف سے باجی کی والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ چوہدری صاحب بھی باجی کی بہت بہت عزّت اور قدر کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے چوہدری صاحب سے باجا کی درد کا ذکر کیا۔ اس پر چوہدری صاحب نے ایک مولوی ساقی صاحب تلاش کیا۔ وہ سعودی ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ اکٹر صاحب نے کہا کہ باجی آپ خود درد والی جگہ پر ہاتھ رکھیں۔ چنانچہ اکٹر صاحب نے انجکشن لگایا اور دوائی دی۔ قدرت کا کرشمہ کہ شام ک درد غائب ہو گیا۔ اگلے روز ہم مدینہ طیّبہ روانہ ہو گئے۔ رات کے وقت دیارِ حبیبؐ میں پہنچے اور رات کو ہی مکان لے لیا۔ رات بھر باجی

مسجدِ نبوی کے تقدس، فیوض و برکات اور روضۂ اقدس کی حاضری سے متعلق کچھ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سناتے رہے۔ وہ احادیث یہ ہیں :-

(۱) جو شخص میری قبر پر میری زیارت کے لئے حاضر ہوا مجھ پر اس کی شفاعت لازم ہو گئی۔

(۲) جو شخص میری قبر پہ میری زیارت ہی کا مقصد لے کر آئے تو مجھ پر اس کا یہ حق ہو گیا کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(۳) اگر کوئی شخص میرے وصال کے بعد میری قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا تو یہ ایسا ہی ہے کہ اس نے گویا میری زندگی ہی میں میری زیارت کی۔

(۴) زمین کا وہ ٹکڑا جس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں، وہ سب سے حتیٰ کہ خانہ کعبہ، مسجدِ حرام، عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و بارک وسلم۔

؎ اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است ہمیں است ہمیں است

صبح فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں ادا کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو انھوں نے فرمایا ہے (روضۃ من ریاض الجنۃ) یعنی یہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ یہ جنت کا باغ ہے۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں

ایک باغ ہے۔ چنانچہ ہم سب نے یہاں نفل اَدا کئے۔ پھر باب جبریل سے داخل ہوکر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے سامنے سلام عرض کرنے کی نیّت سے حاضر ہوئے ؎

لے سانس بھی آہستہ یہ دربارِ نبیؐ ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

چنانچہ ہم سب نے روضۃ الرسولؐ روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر سلام عرض کیا۔ التجائیں، درخواستیں، گزارشیں پیش کیں۔ اس اثنا میں جب ہم نے باباجی کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تو باباجی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی دیکھیں۔ بہرحال ہم سب کا بھی یہی حال تھا۔ اپنی اپنی عرضداشتیں پیش کرنے کے بعد اپنے عزیزوں اور دوستوں کے پیغامات سلام اور درخواستیں بھی پیش کیں۔ باباجی نے خاص طور پر دعا مانگی۔ اپنی اس دُعا میں ہم سب کو متوجہ کرکے فرمایا کہ تم سب آمین، آمین کہتے جاؤ۔ وہ دعا یہ تھی :-

باباجی نے پہلے اپنے سب لڑکوں کی طرف سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیغام سلام پیش کیا۔ پھر فرمایا، اے رحمۃ اللعلمین! میرے بچوں اور بچیوں نے عرض کی ہے کہ انھیں اپنے دربار میں حاضری کی اس توفیق کو قبول فرما۔ دین و دنیا کی کامیابی اور خوشیوں سے ان کی جھولیاں بھر دے۔ اے اللہ کے پیارے رسولؐ! انھوں نے یہ بھی درخواست کی ہے کہ انھیں اور ان کی اولاد اور سب گھر والوں کو نیکی کے راستے پر چلا

اور اپنی محبت کا جذبہ عطا فرما۔ اے محبوبِ سبحانی! اے مولائے مدنی! اے نبیوں کے سردار! اے صاحبِ معراج و محمود! ہم سب کو دنیا و عقبیٰ کی بہترین زندگی عطا فرما اور اپنے روضہ مبارک کی بار بار حاضری نصیب فرما۔ میری تمام اولاد کے دلی دکھوں اور کلفتوں کو دور فرما۔ اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دے۔ اپنی حمد و صلوٰت کا حق ادا کرنے کی توفیق فرما۔ دین اور دنیا کی فلاح اور نیک کرداری عطا فرما۔ ان سب کے پیغاماتِ سلام کو قبول فرما اور ان کے لئے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔

بابا جی دعائیں کرتے جاتے تھے اور ہم سب آمین آمین کہتے جاتے تھے۔ دعا ختم ہوئی پھر ہم نے آپؐ کے یارِ غار اور سب سے بڑے جاں نثار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ پھر سیدنا عمر فاروقؓ کے روبرو حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اس کے بعد جنت البقیع میں داخل ہوئے۔ حضرت بابا جی نے یہاں بھی چند نقطے گوش گزار کئے۔ فرمایا کہ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی اور روضۃ الرسول کے بعد سب سے اہم مقام یہ جنت البقیع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کتنے ہی صحابہ کرام کو یہاں دفن ہے۔ اس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام مدفون ہیں۔

ہم نے سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ اس کے بعد مائی حلیمہ سعدیہ جن کی قبر مبارک پر سبز درخت اگا ہوا تھا وہاں حاضری دی۔ پھر شہدا کی قبروں پر حاضری دینے

وقت عجیب واقعہ نظر آیا۔ چند قبریں کھود کر رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت بابا جی ان قبروں کے پاس بیٹھ گئے اور اپنی چھڑی مبارک سے قبروں کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی ناپنے لگے۔ پاکستان کی نسبت یہ قبریں کچھ چھوٹی تھیں۔ فرمانے لگے کہ ان چھوٹی قبروں میں حساب کتاب کے وقت مُردہ کیسے اٹھتا بیٹھتا ہوگا۔ اس پر حاجی فضل الٰہی صاحب جو اس حج ... کے راوی ہیں فرمانے لگے کہ باباجی قبلہ! اس مدینہ کے قبرستان میں مدفون کا حساب کتاب نہیں۔ حساب کتاب تو پاکستان یا دیگر ممالک میں ہوتا ہے۔ یہاں کی موت تو ہر انسان طلب کرتا ہے۔ بہرحال باقی قبور کی زیارات سے مشرف ہوئے اور فاتحہ پڑھتے ہوئے گھر واپس آ گئے۔

دوسرے دن زیاراتِ مدینہ کے لئے گھر سے نکلے۔ مسجدِ قبا، مسجدِ شمس، بیئرِ عثمان، مسجدِ قبلتین، باغِ سلمان فارسی، پرانا کنواں، مزار حضرت امیر حمزہ، غار سجدہ، جبلِ احد۔ ان سب کی زیارات سے مستفید ہوئے نوافل ادا کئے اور دعائیں مانگیں۔

جب آخر میں غارِ ثور کے قریب پہنچے تو باباجی فضل الٰہی نے کہا اور عرض کیا کہ باباجی! اب ہمیں اس غار کے اوپر چڑھنا ہے۔ اس غار میں سرکارِ مدینہؐ نے تین دن صبح و شام اللہ تعالیٰ کے دربار میں سجدوں میں گزارے تھے اور آج تک یہ غار اسی طرح ہے۔ باباجی فوراً فرمانے لگے کہ میں ضرور اوپر جاؤں گا۔ چنانچہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے اس طرح چڑھ گئے جیسے ایک جوان آدمی چڑھ جاتا ہے۔ اس پیرانہ سالی میں

اتنا اونچا چڑھ جانا یہ باباجی کی کرامت تھی۔ اس کے بعد کئی روز جاتے رہے اور زیارات سے مستفید و مشرف ہوتے رہے۔

جدّہ کو واپسی

آخری روز جب دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم سے واپسی ہونے والی تھی اور آخری درود و سلام پیش کرنے گئے تو درود و سلام اور شفاعت کی درخواست کرنے کے بعد ہم ریاض الجنت میں بیٹھ کر دعائیں کر رہے تھے تو حضرت باباجی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ حاجی فضل الٰہی! تو نے آج میرا حق ادا کر دیا ہے۔ آج میں روضہ رسولؐ پر ریاض الجنت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹھ کر تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دین اور دنیا کی نعمتوں سے سرشار کرے، خوشیوں سے ہمکنار کرے۔ میں نے اپنی کوتاہیوں اور دل شکنیوں کی والدِ بزرگوار سے معافی مانگی جو انھوں نے کمال شفقت سے مجھے معافی عطا فرما دی۔ یہ سب خدا کی دین ہے جو مجھے نصیب ہوئی۔ وہ سب کی سب اسی ریاض الجنّت کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

واپس گھر آئے تو معلم حیدر السالحیدری سے ملاقات کرنے ان کے مکان پر گئے اور معلم صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ معلّم صاحب نے دعا کرنے کے بعد باباجی سے دعا کی درخواست کی۔ باباجی نے بھی دعا کی۔ معلّم صاحب نے چائے پیش کی۔ چائے کے بعد اجازت لے کر

Marfat.com

م اپنے گھر آگئے، اپنا سامان وغیرہ باندھا اور مدینہ سے جدّہ کے
لئے روانہ ہوگئے۔ ایک روز جدّہ میں قیام کے بعد کراچی آ گئے۔
اس طرح حضرت باباجی کا تیسرا سفرِ حج مبارک بخیر و خوبی اختتام
پذیر ہوا۔

وَ مَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

باباجی دوسروں کی نظر میں

از قلم فاضل نوجوان مولانا مولوی حافظ محمد اصغر صاحب قصوری
فاضل جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد)

باباجی میری نظر میں ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ باباجی کے ساتھ میرے آبائی تعلقات تھے اور ہیں کیونکہ میرے بزرگ اور باباجی ایک ہی شہر اور ایک ہی بستی میں رہائش پذیر تھے۔ میرے والد بزگوار مرحوم بھی باباجی کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ باباجی میری نظر میں ولیٔ کامل تھے۔ کیونکہ ولیٔ کامل وہ ہوتا ہے جو حلال روزی کما کر کھائے اور پابندِ صوم و صلوٰت ہو خلافِ سنت

Marfat.com

کوئی کام نہ کرے۔ مندرجہ ذیل حدیث پر پورا اُترتا ہو :۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ

ترجمہ: مسلمان وہ ہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

میری نظر میں وہ ان باتوں کے پابند تھے اور حامل تھے۔ بابا جی بہت بردبار، متحمل مزاج اور کم گو تھے۔ ان کے آخری وقت تک بندہ کو ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ ہر موقع پر مجھے یہی فرماتے حافظ صاحب! کوئی دین کی بات سناؤ۔ تو بندہ کبھی نماز کے مسائل سناتا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے متعلق بیان کرتا۔ آپ بابا جی نماز کے مسائل پر زیادہ زور دیتے۔ ایک دن میں نے عرض کی بابا جی! آپ نماز کے مسائل پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ فرمانے لگے، حافظ صاحب! اس میں تو کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ پھر فرمایا مجھے نماز کے مسائل سُن کر سکون آتا ہے۔ ایک روز میں نے پوچھا، بابا جی! کیا آپ بچپن سے ہی نماز پڑھتے ہیں؟

آپ نے مجھے دو جواب دیئے۔ ایک جواب تو اُن کی آنکھوں سے ملا جو ٹپکتے ہوئے آنسو دے رہے تھے۔ دوسرا جواب ان کی لرزتی ہوئی زبان سے میرے کانوں تک پہنچا۔ فرمانے لگے حافظ صاحب! دعا کرو، اللہ تعالےٰ میری نمازیں قبول کرے۔ آپ نے فرمایا۔ میری عمر ایک سو سال سے تقریباً پندرہ بیس برس اُوپر ہو چکی ہے۔ جب سے میں جوان ہوا ہوں اس بڑھاپے تک میری کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ یہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا فضلِ عظیم ہے۔ ایک اور بات مجھے خود ہی بتادی۔ بتانے لگے، اللہ کے فضل سے میں نے بچپن سے لے کر آج تک نہ داڑھی منڈوائی ہے نہ کترائی ہے۔ (ایک واقعہ لکھنے پر بندہ مجبور ہے)۔ کیوں کہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آپ کی شفقت و پیار کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک روز یاباجی، بھائی محمد نواز اور چند دوست مدینہ آئل فیکٹری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران میرے اور حاجی محمد شفیع صاحب کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی۔ اس وقت یاباجی کی پریشانی کا یہ عالم تھا کہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کے بعد میں اور حاجی محمد شفیع صاحب ایک دوسرے سے بات چیت ختم کر بیٹھے مگر بندہ باباجی سے حسبِ سابق ملتا رہا۔ ایک روز باباجی کارخانہ میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں گیا اور باباجی کو السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ وہ فرمانے لگے کہ حافظ صاحب تم بھی میرے بیٹے ہو۔ محمد شفیع بھی میرا بیٹا ہے۔ ایک بات اور کہی جو مجھے بھول گئی ہے۔ پھر مجھے پیار دیا اور شفقت بھرے لہجے میں فرمایا، حافظ صاحب! مجھے ملتے رہا کرو۔ بچوں سے ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ تم تو دونوں سمجھ دار ہو۔ تم دونوں کے لئے میرا پیار، میری شفقت ایک جیسی ہے۔ انھوں نے یہ پیار بھرے الفاظ ایسی

Marfat.com

سے اُدا فرمائے کہ میرے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔ وہ الفاظ کیا تھے! وہ ایک نور بھری شعاع تھی جو میرے جسمِ خاکی کو چیرتی ہوئی میرے دل پر اثر کر گئی۔ اور آنسوؤں کی صورت میں میرے دل پر اثر گئی۔ دل کا بوجھ مٹا کر اسے ہلکا کر گئی۔ دل کی پتھریلی چٹان کو ہلکا کر گئی۔

پھر فرمانے لگے، بیٹا! مجھے قرآن سناؤ۔ جب میں قرآن سنانے لگا تو فرمانے لگے، اس طرح سناؤ جیسے ختم میں پڑھتے ہو۔ جب میں نے قرأت کی تو باباجی پر رقّت طاری ہو گئی اور رونے لگے۔ میں خاموش ہوا تو باباجی فرمانے لگے، حافظ صاحب! خاموش ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کی، باباجی! آپ کی صحت پہلے ہی خراب ہے۔ اس حال میں آپ کا رونا اچھا نہیں۔ اس سے آپ کی صحت مزید خراب ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا، حافظ صاحب! یہ آنسو دُکھ کے نہیں۔ یہ رونا آجائے تو صحت آجاتی ہے۔ یہ آنسو حضرت عُمرؓ کی سنّت ہے۔ قرآنِ مجید کے ساتھ آپ کا یہ لگاؤ تھا! آپ کی صُورت اور سیرت ولیوں جیسی تھی ؎

زمین کی سطح پر دیکھئے ولی تھے
آغوشِ موت میں دیکھئے کلی تھے

اللہ تعالیٰ انھیں اعلےٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کی اولاد کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

احقر العباد حافظ محمدؐ اصغر۔ کوٹ میر باز خاں قصور

حضرت مولانا محمد انور صاحب صابری

امام مسجد جامعہ رحمانیہ کوٹ فتحدین خاں قصور و
خطیب جامع مسجد نورالٰہی محصول چونگی ملتان روڈ لاہور

کے خیال میں

مجھے باباجی کو قریب تر ہو کر دیکھنے کا موقع ملا تو میں نے اُن کو خشیتِ خداوندی میں مستغرق پایا۔ باباجی کے دل پر ہر وقت خوفِ خداوندی کو غالب پایا۔ اس قدر دولت کی ریل پیل کے باوجود کبھی اُن کے دل میں غرور نے دخل نہ پایا۔

گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت، میں باباجی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے ایک آدمی نے آکر ٹھنڈا پانی مانگا۔ ٹینک پر سے ملازم نے اسے آواز دی کہ بابا! یہاں کوئی ٹھنڈا پانی نہیں۔ سامنے برف والا کھڑا ہے اس سے برف لے کر ٹھنڈا پانی پیو۔

جُوں ہی یہ تلخ جُملہ باباجی کے کانوں میں پڑا، آپ کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، فوراً اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں سمجھا کہ باباجی ٹینک میں

Marfat.com

کو ڈانٹ پلائیں گے۔ مگر اچانک میری نگاہوں نے دیکھا کہ باباجی یکایک ٹینک کی طرف جانے کے باہر کی طرف تیزی سے چل دیئے۔ میں نے جلدی سے اُٹھ کر عرض کی کہ باباجی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اگر کوئی خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔ آپ وہیں دھوپ میں ہی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! آپ نے سُنا کہ اس آدمی نے کتنا تلخ جواب دیا ہے اور مجھ سے اس کا یہ تلخ رویّہ برداشت نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس قدر انعامات کئے ہیں کہ ان کا شکر ادا کرنا تو درکنار، میں تو انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ اور میں نے اپنے مالک کے انعامات کا یہ اِحسان ماننا ہے کہ میرے ملازم نے ایک راہ گیر کو پانی کے ایک گلاس کا دینا بھی انکار کر دیا ہے۔

میں نے باباجی کو آرام سے کرسی پر بٹھایا اور کہا کہ باباجی! آپ تشریف رکھیں۔ میں ابھی سامنے نمبردار سے برف لاتا ہوں۔ اس پر باباجی نے مجھے یہ کہہ کر روک لیا کہ مولوی صاحب! آپ صاحبِ علم ہیں اور میں اپنے دل میں آپ کی قدر کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ باباجی یہ بھی آپ کا حسنِ ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

القصّہ، ہماری یہ گفتگو سُن کر باباجی کا وہ ملازم ٹینک سے نیچے آیا اور برف لا کر اس کو پانی پلایا۔ اس کے بعد باباجی میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! میں نے آپ کے اُستاد مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے باغ والوں کا قصّہ سُنا ہوا ہے، جب سے میں نے ان کی زبانی یہ واقعہ سُنا ہے، ہر وقت اللہ کے قہر و غضب سے بے حد ڈرتا رہتا ہوں

Marfat.com

بجا ہے ؎

سچ ہے کہ جو خوفِ خدا سے لرزتا ہے
رحمتِ حق کا سایہ ہر آن ان پہ پڑتا ہے

اور یہ اس خوفِ خدا کا ثمرہ ہے کہ آج بھی اس گلشنِ نورِ محمدی میں مجھے دین و دنیا کی چہک مہک نظر آتی ہے۔ میری خدا سے دعا ہے کہ خداوندِ عالم اس گلشنِ نورِ محمدی کو تا قیامِ قیامت قائم و دائم اور تر و تازہ رکھے۔ آمین!

محمد انور پیش امام مسجد رحمانیہ
کوٹ فتحدین خاں قصور

جناب حکیم محمد صفدر علی خاں صاحب کا خراجِ عقیدت

حاجی محمد نواز صاحب انجینئر درجہ اوّل برادرِ حقیقی حاجی محمد شفیع صاحب سابق بی ڈی ممبر و مالک مدینہ آئس فیکٹری اڈا کھیمکرن والا قصور کے فرمان کے مطابق کہ میں اُن کے والدِ ماجد الحاج نور محمد صاحب انجینئر کی شخصیت کے متعلق "بعنوان باباجی میری نظر میں" ان کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالوں۔

میری قلم میں اتنی قدرت اور میرے ضمیر میں ایسی جرأت کہاں کہ میں ایک شخص باباجی جیسی شخصیت کے بارے میں کچھ لکھوں۔ مگر میں تو خدا تعالےٰ سے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے شخص کی سوانح حیات

Marfat.com

خوبیاں و صلاحتیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں باباجی کو بچپن ہی سے دیکھتا چلا آرہا ہوں۔ خاص کر باباجی کی اہلیہ مرحومہ، حکیم عمر دین صاحب کی اہلیہ، حاجی فضل دین صاحب کی اہلیہ اور میری والدہ صاحبہ کے درمیان خاص پیار و محبت تھا۔ یہ آپس میں بہنیں بنی ہوئی تھیں۔ اکثر اوقات اِن بزرگوار ماؤں کو اپنی والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھے دیکھا کرتا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے اور مجھے یاد ہے کہ باباجی کی اہلیہ مرحومہ میری والدہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ مجھے میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ خالہ مریم بی بی حکیم عمر دین صاحب کی اہلیہ کو بلا لاؤ۔ میں انہیں لے آیا۔ ان سے میری والدہ نے کہا کہ بہن اللہ رکھی شکایت کرتی ہے کہ تم نے جو رشتہ کوٹ عثمان خاں کرنے کا اِرادہ کرلیا ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ رشتہ بہن اللہ رکھی کے لڑکے محمد شریف سے کرنا ہوگا۔ حکیم صاحب کو میری طرف سے کہہ دو کہ کوٹ عثمان خاں والوں کو جواب بھیج دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ آج رات مبارک اور دودھ پلانا ہے۔

یہ اس وقت کے بزرگوں کا زمانہ تھا جن میں ایک دوسرے سے حیا، خلوص، محبت اور پاکیزگی پائی جاتی تھی اور ایک دوسرے کی عزت کا احساس ہوتا تھا۔

جب حاجی محمد شفیع صاحب نے بی ڈی ممبر کا الیکشن بمقابلہ چوہدری منظور احمد ایڈووکیٹ ایوبی دور میں لڑا تو حاجی صاحب کو کامیابی ہوئی۔

ان دنوں حاجی صاحب سے اس قدر دوستی ہوگئی کہ جس سے خاندانی تعلقات مزید استوار ہوگئے اور ہم دونوں دوست اندرون کوٹ فتح دین خاں سے رہائش تبدیل کر کے بیرون کوٹ فتحدین خاں میں رہائش پذیر ہوگئے۔ ہماری دوستی نہایت شدت اختیار کرتی چلی گئی جس کی وجہ سے باباجی کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا بلکہ کافی وقت ان کے ساتھ کارخانہ برف والا میں کٹتا۔

باباجی ایک انجنیئر تھے اور اپنے فن میں کما حقہٗ مہارت رکھتے تھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں بھی کارخانہ دار ان کی فنی مہارت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ ان کا اکثر وقت پتوکی میں روئی کے کارخانہ میں گزرا۔ اپنے دستِ مبارک اور محنت سے کمائی ہوئی دولت کو بچوں پر صرف کرتے رہے۔

آپ بچپن سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شرعِ محمدی کے عامل رہے۔ نہایت درجہ خلیق اور شریف النفس انسان تھے۔ اپنے زمانہ میں اپنے قبیلہ کی عظیم ترین شخصیت تھے۔ لوگوں سے بڑی نرمی سے پیش آتے اور ان سے اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ نہائیت ہی نیک اور متقی تھے۔ آپ حلم اور کرم سے مخالفین اور معترضین سے پیش آتے اور ان سے درگزر فرماتے۔ رحم دل تھے کیونکہ آپ نو عمری سے ہی اپنے اندر رحمدلی کا جذبہ رکھتے تھے۔ بڑے حساس طبیعت تھے۔ آپ کے اندر حلم وکرم کے علاوہ فصاحت، امن، عدل جیسی بے شمار صفات موجود تھیں۔ آپ سنجیدگی، متانت اور تہذیب کا گہوارہ تھے۔ آپ کی زبان سے کوئی فحش بات کبھی

Marfat.com

نہیں سُنی گئی۔ متانت، تہذیب۔ دیندار مسلمان کی طرح فحاشی، لغویات
اور بدکلامی سے آپ کو نفرت تھی۔ آپ بالکل سادہ لباس کرتہ اور تہبند
پہنتے اور سر پر بزرگانہ عمامہ ہوتا تھا۔ اکثر و بیشتر حد درجہ سادہ زندگی بسر
کرتے رہے۔ ذاتی معاملات میں بھی باباجی امن اور انصاف کو ہاتھ سے
نہ جانے دیتے تھے۔ عمر کے آخری دور میں دو بیٹوں اور ایک داماد کی موت
نے آپ کے خرمنِ دل کو راکھ کر دیا اور ان کی مفارقت سے آپکو بہت
رنج و ملال پہنچا جس کی وجہ سے آپ کے چہرے پر اس قلبی اذیت کا اظہار
صاف طور پر اکثر دیکھنے میں آتا رہا اور باوجود بواسیر کی مرض کی شدت
کے آخری وقت تک باجماعت نماز ادا کرتے رہے۔ شدتِ مرض سے
کبھی کبھی اس معمول میں فرق بھی آ جاتا۔ آپ ہمیشہ یتیموں اور مسکینوں کی
خدمت اور خبر گیری پر مستعد رہتے۔

اللہ تعالےٰ نے باباجی کو رفیقہ حیات بھی بڑی دین دار بخشی تھی۔ وہ
احکامِ شریعت کی بڑی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ پردہ کی پابند تھیں۔
نہایت ہی عفیفہ، شریفہ، صدیقہ خاتون تھیں اور اولاد بھی نیک
سیرت اور نیک افعال کو جنم دیا جو ان کے نیک سیرت ہونے کا عملی نمونہ ہیں
دولت و ثروت کی بہتات و فراوانی کے باوجود سبھی نیک سیرت دین دار
اور پابندِ صوم و صلوٰت ہیں۔ تمام اولادِ نور کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل
ہے اور ہر ایک کی سادہ زندگی باباجی کے مجلی مصفیٰ اور مزکّی ہونے کی
مظہر ہے۔ اور کیوں نہ ہو، جس نے ایک ایسے پاک نفس اور شفیق کے

ظلِّ عاطفت میں شعُور کی آنکھیں کھولی ہوں۔ جس کی ساری زندگی بے تکلّف گزری ہو۔ اور سادہ ہو۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انھیں کروٹ کروٹ جنّت الفردوس عطا فرمائے۔ باباجی کی اولاد کو باباجی کے نقشِ قدم پر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

احقر حکیم صفدر علی

نعیمی دواخانہ

بیرون کوٹ فتح دین خاں قصور

Marfat.com

طبعزاد، قطب الشعراء منشی مہر الدین مہر صاحب

قصوری مصنف "پیار دی گل" کے دلی جذبات

بابا نور محمد مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ضروری عرض منجانب مصنف "پیار دی گل"

اشعار

گل حق دی کرن جوان بندے حضرت اقبال دے شعر نیں پڑھے ہوئے نے
ایویں واشگاف نئیں ماردا میں میرے بول ایہ تڑکڑی چڑھے ہوئے نے
سخن سوئی میدان دیو چہ چمکن اوہپر حق اتے جیہڑے گھڑے ہوئے نے
ہاں کوئی مایا باقی نئیں حرص لالچ میرے سینے جذبات دے اڑے ہوئے نے
نور محمد ولی اللہ دا حال لکھنا جس وچ ذرا نہ رو رعایت ہووے
کوئی منّے یا ایس نوں نہ منّے میری لکھت تے نہ شکایت ہووے

۱

نور محمد سی اللہ دا نیک بندہ عزت نال بھرانواں وچہ بہن والا
پیدا ہویا سپوت گھر بابا پیا ندے گل حق دی بچپن توں کہن والا
نیک خو تے سادہ لباس رکھیا چغلی بھگی توں اوسی ترن والا
ایہہ عادت سی بچپن توں خوب اوہدی گل حق دی منہ تے کہن والا
مختصر سناواں میں حال اوہدا پانواں روشنی وسدی زندگی تے
اکھیں ڈٹھا میں حال بیان کرساں صد آفریں اوہدی بندگی تے

۲

ے کے بچپن توں اپنے اخیر تیکر پنجے۵ وقت نماز ادا کیتی
تہجدؔ اشراق نماز اس قائم رکھی شک نئیں کہ کدی قضا کیتی
امہ بہن سلوک دا رہیا جگ تے کسے نال نہ اوہنے جفا کیتی
ں پیوؔ نال رکھیا سلوک سوہنا نال خدمت دے پوری وفا کیتی
عترض ویکھے اج حال اوہدا وادھا پیا کویں اوہدے وگ اندر
عاما پیاں دی اہینوں تار دتا چودہ چند لگے اوہدی پگ اندر

۳

بتاں پوتیاں دے لائے بھاگ رب نے دولت دنیا والی نئیں کھوڑ دسدی
ھیے پُت پوتے نے سولگ اوہدے ایہناں وچہ نئیں ہستی اگھوڑ دسدی
نقش قدم اُتے اج ہین سبھے آپس وچ نئیں توڑ تے پھوڑ دسدی
لیتا بول بالا اوہدا رب جگ تے نئیں کوئی حکم وچہ توڑ مروڑ دسدی
بندی نیک اولاد وفادار ہووے اوہ جنتی نئیں تاں ہور کی اے
عالیشان روضہ جیہدا جگ اُتے نزولِ رحمت نئیں اُستے تاں ہور کی اے

۴

ہناں مرشد دے راہ نئیں ہتھ آوندا دُودھ پانیچہ تہ رجھدا کھیر کہندے
جیوے قبر جیہدی الیس جگ اندر عارف کامل تے اوہنوں فقیر کہندے
جہندی دعا یدعا وچہ اثر ہووے عقلمند اوہنوں کامل پیر کہندے
وانگ کونج جہندی نظر کنھیاں ایں اوس نظر نوں اعلیٰ اکسیر کہندے

Marfat.com

سبحان اللہ تے الحمد للہ! نور محمدؐ تے رب نے کرم کیتا

۵

دفن ہوئے نوں گزرے دو سال جدوں قبروں اوہدی نوں فضلوں شگاف آیا
ویکھن والیاں نوں ڈٹھا غور کر کے تازہ دفن ہویا نظریں صاف آیا
ذرا بھر نہ کفن وچ فرق آیا کتھوں ئی کے اوہ اوصاف آیا
قدرت کاملہ دی ایہہ سب مہربانی اہدے فضلوں ہو کے پاک صاف آیا
معلم ہویا محبتِ خدا داسی اوہدی رحمت نے اس تے نزول کیتا

٦

اوہدی رضا اُتے ثابت قدم رہ کے کئی جگ وچ فیض اُٹھا گئے نے
کامل پیراندے رہ کے داس مدتوں منزل عشق حقیقی نوں پا گئے نے
رخصت ہو او ایس جہان وچوں پاک صاف ہو پہنچ بقا گئے نے
بچے اوہ سب خوف تے خطریاں توں بھانویں قبر وچ منہ لٹکا گئے
نور محمد وی لیکے مثال ایہو داخل ہویا جا ہنکاں دے داس اندر
اوہدے بدن کیویں آکرم کھاتے اہدی رحمت دی ہووے جے راس اندر

۷

نور محمد خدا دے فضل سیتی تیری قبر اندر نوروں نور ہوئے
بھلاں تیریاں کر لے معاف اللہ قبر حشر خطرہ تیتھوں دور ہوئے
وچ مقبولاں دے رہوے رسائی تیری ملاقات تیری نال حضورؐ ہووے

ہدی مہر وچ وسیں توں شاد ہر دم خدمتگاریری صد حور ہووے
ہدی تیری اولاد تے خیر ہووے ساڈی سکھ پاویں دوجہاں اندر
ہدے فضلاں دی رہ بہار سَتے رجھے رہن سب صدق ایمان اندر

(۸)

ہ ثبوت اوہدی پارسائی دا اے مدّت بابجھ وی قبر وچ پیا اوہنوں
ے کفن نُوں نہیں کوئی ذرہ پہنچی اوہ وی صاف ستھرا ڈِٹھے پیا اوہنوں
ینی بھینی خوشبو سی قبر اندر ہار پُھلاں نوالہ تازہ پیا اوہنوں
ہ پاک سوہنا جس تے کرم کرے بندہ اوسدی کرے تعریف کیوں نہ
ی شاہدے کوکوں بیان اسن کے سچّی گل توں ہٹے حریف کیوں نہ

(۹)

ے دعا میری آخرکار ایہو خاتمہ میرا با ایمان ہووے
ہدا فضل تے کرم رہ ساتھ شامل وقت نزع دا ڈاہڈا آسان ہووے
وچ خدا آرام بخشے ، حشر ویلے لطفوں مہربان ہووے
ے ہنکاں وچ گنتی ہووے ساڈی راضی اساں تے رب رحمٰن ہووے
ی مہر بھیں مہر نوں مہر کردے تا بش پائے ایہہ حقدے دین اندر
ے امید دعا منظور کرسی کامل صدق اے میرے یقین اندر
ضی اوہدی رضا تے رہ کے تے سوہنا زہد وقت توپاس کیتا
لا ہو یا جے پائی نجات تو تے غم نہیں جے سانوں اُداس کیتا

حضرت باباجی کا سفرِ آخرت

خداوند کریم کا ارشاد ہے :

إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ

ترجمہ : جب کہ وقتِ اجل آجاتا ہے نہ ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے اور نہ ایک ساعت پہلے۔

بندہ نے باباجی کے تین سفرِ حج کو بڑے ذوق و شوق سے روانی طبع سے قلمبند کیا ہے۔ آج جب باباجی کا سفرِ آخرت لکھنے بیٹھا ہوں تو دماغ ماؤف اور ہاتھوں میں شدتِ غم سے رعشہ کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ قلم کی روانی میں رکاوٹ، الفاظ میں بے ربطگی، طبیعت ناساز نڈھال، دماغ عجیب عجیب کیفیتوں سے دوچار۔ بہرحال خداوندِ کریم کے مندرجہ بالا ارشاد پر عمل کرتے ہوئے قلم کو جنبش دی ہے دعا ہے کہ اے پروردگار مجھے صبر و استقامت بخش کہ تیرے اس نیک بندے کے سفرِ آخرت کی تھوڑی سی جھلک آشکارا کر کے ضبطِ تحریر میں لاسکوں۔ وفات سے چند سال پہلے آپ کا بڑا لڑکا اسلام دین ۷۵ سال کی عمر میں داغِ مفارقت دے گیا۔ اسلام دین جسے آپ بڑے پیار سے اپنا ولی عہد کہا کرتے تھے، پہلی زوجہ محترمہ سے تھا اور اس کی والدہ

Marfat.com

بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ اس وجہ سے بھی باباجی ان سے بہت پیار محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اسلام دین کی موت کے جانکاہ صدمہ کا باباجی کے دل پر بہت صدمہ ہوا۔ طبیعت ہر وقت نڈھال اور مضمحل رہنے لگی۔ اسی صدمہ سے سینے میں درد رہنے لگا حتیٰ کہ دل کا سائز بڑھ گیا۔ دل کے علاج کے لئے دل کے سپیشلسٹ ڈاکٹر اشفاق احمد کے کلینک اچھرہ کے قریب داخل کروادیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت اور دلجمعی سے علاج کیا جس سے کافی افاقہ ہوگیا۔

ابھی اسلام دین کی موت کے صدمات کے زخم مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ صیادِ اجل کے بے رحم پنجہ نے پھر انھیں چھید دیا یعنی تقریباً ایک سال بعد آپ کا ایک نہایت زیرک فرمانبردار بیٹا حاجی محمد حسین بھی آپ کو داغِ مفارقت دے گیا۔ اس بیٹے کی الم ناک اور بے وقت جوانی کی ناگہانی موت سے دل بُری طرح مضمحل ہوگیا۔ دل کو اِسقدر دھچکا لگا کہ پھر طبیعت سنبھل نہ سکی۔ صیادِ اجل نے یہ جو تیر مارا تھا وہ پہلے سے کہیں گھناؤنا تھا۔ دل پر غم واندوہ کے کالے بادل چھا گئے چُپ کا ایسا روزہ رکھا کہ پھر طبیعت سنبھل نہ سکی۔ ایک دو ماہ تک جب ایسی حالت رہی تو ایک روز فرمانے لگے کہ آج میرے والدین رات کو آئے تھے اور مجھے اشارہ کرتے تھے کہ آؤ، ہمارے ساتھ چلو۔ پھر ایک دن کہنے لگے کہ آج حاجی محمد حسین مرحوم گاڑی لے کر آیا تھا مجھے کہنے لگا کہ باباجی میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ گاڑی میں بیٹھو اور

Marfat.com

چلو۔ چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر چلنے کے لئے اُٹھے تو اس وقت بھائی حاجی محمد شفیع صاحب، جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، نے پوچھا کہ باباجی اتنی بے تابی کیوں۔ فرمانے لگے کہ باہر حاجی محمد حسین گاڑی لے کر آیا ہے اور مجھے بلا رہا ہے۔ لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ کبھی کسی رشتہ دار مرحوم کا نام لے لیتے کبھی کسی اور کا نام لے لیتے۔ خیر کئی دن یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔

بالآخر وہ دن بھی آگیا جو سچ مچ ابدی جدائی کا دن تھا۔ وفات سے ایک دن پہلے فرمانے لگے کہ میرے دل کے پاس سے درد اٹھ کر بازو کی طرف جاتا ہے۔ چنانچہ دوائی لاکر پلائی اور مالش بھی کر دی۔ کچھ افاقہ ہوا۔ رات کے وقت حاجی محمد شفیع آپ کے پاس سوئے۔ رات گزر گئی۔ صبح حسبِ معمول تہجّد کے وقت بیدار ہوئے، وضو کیا اور اپنی مخصوص جگہ پر تہجّد کی نماز ادا کی۔ پھر درود و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ راقم الحروف حسبِ معمول صبح کی نماز کے وقت حاضر ہوا اور برادرم محمد شفیع صاحب سے رات کے گزرنے کا حال دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ رات ٹھیک سے گزر گئی ہے۔ چونکہ باباجی کی بینائی کچھ کمزور تھی اس لئے میری آواز پہچان کر فرمانے لگے کہ محمد نواز آیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمانے لگے کہ میں اب ٹھیک ہوں۔ اچھا! کام پر جاؤ۔ سپردِ خدا۔ (میں ان دنوں لاہور میں خیبر ویجی ٹیبل گھی ملز میں ملازم تھا اور روزانہ شام کو گھر آجاتا تھا)۔ مجھے

معلوم تھا کہ والد صاحب سے یہ میری آخری ملاقات ہوگی جس کی
یہ سے ان کے یہ آخری دُعائیہ کلمات مجھے عطا ہو رہے تھے۔ تقریباً
بجے کے قریب حاجی محمد شفیع صاحب نے لاہور جانے کے لئے
ازت مانگی تو فرمایا چلے جاؤ۔ خدا حافظ!

تقریباً دن کے ایک بجے غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے، نمازِ ظہر
ا کی۔ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے پوتے شبیر احمد (حاجی محمد شفیع کے
کے) سے فرمانے لگے کہ تم مجھے کلمے سناؤ۔ شبیر احمد نے کلمے
نائے۔ کچھ کمی محسوس کر کے فرمانے لگے کہ اب میں کلمے پڑھتا ہوں
ر تم سنو۔ چنانچہ آپ نے سارے کلمے سنائے اور شبیر احمد سے
رمانے لگے کہ تم بھی سارے کلمے یاد کرو۔ پھر عصر کی نماز ادا کی۔ یہ
۷ ر ۱۰ ر ۷ کا منحوس ترین دن تھا۔ دن کی سفید چادر پر رات کے داغ
پھر آئے تھے اور موت گھر کی دیواریں عبور کر چکی تھی۔ باباجی نے مغرب
ی نماز اپنے ہوش و حواس کے ساتھ ادا فرمائی اور چارپائی پر لیٹ گئے
ں کے بعد آپ کے سانسوں میں کچھ تیزی سی آنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد
وذن نے عشاء کی نماز کے لئے اذان دی۔ طبیعت میں فطری طور پر
صوم و صلوٰت کا غلبہ تھا۔ جونہی کانوں میں اذان کی آواز پڑی تو
پنے پوتے شبیر احمد سے جو کہ اپنے باپ محمد شفیع کی عدم موجودگی میں
دمت کے لئے پیش پیش رہتا تھا کہا کہ مجھے اٹھاؤ اور طہارت خانہ
یں لے چلو جو کہ کمرے سے متصل تھا۔ چنانچہ شبیر احمد دادا جی کو تھوڑا

Marfat.com

سہارا دے کر لے گیا۔ آپ نے پہلے طہارت کی اور پھر وضو کیا۔ وضو کرنے کے لیے پاس پڑی ہوئی چوکی پر بیٹھ گئے اور وضو کرنے لگے جب پاؤں دھونے کی باری آئی تو انہیں محسوس ہوا کہ پاؤں میں حرکت ختم ہو رہی ہے۔ لہٰذا جلدی سے انھوں نے اشارا کیا کہ میرے پاؤں پر پانی ڈال دو اور مجھے جلئے نماز پر بٹھا دو۔ ایسا کرنے کے بعد جلدی سے بابا جی کو سہارا دے کر چارپائی پر بٹھا دیا۔ آپ نے پاک پڑے ہوئے جائے نماز کی طرف اشارا کیا تو ان کے چہرے سے میں نے اور کمرے میں موجود گھر کی مستورات نے اندازہ لگایا کہ آپ کا آخری وقت ہے۔ آپ کو فوراً لٹا دیا گیا۔ سب کو میں نے تلقین کی کہ وہ کلمہ شریف کا وِرد کریں۔ اس وقت بابا جی کے ہونٹ بھی ہِل رہے تھے آنکھیں بند تھیں۔ میں نے سمجھا کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں کیونکہ اس سے پیشتر اُنھوں نے کئی دفعہ حاجی محمد شفیع کے متعلق پوچھا تھا کہ وہ ابھی تک قصور پہنچے ہیں یا نہیں۔ میں نے آواز دی لیکن جواب نہیں ملا۔ عین اسی وقت برادرم حاجی محمد شفیع بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی پوچھا کہ کیا معاملہ ہے ہم نے اشارے سے بابا جی کی طرف دیکھنے کو کہا۔ جب ہم نے اُن کی طرف دیکھا تو آپ کا چہرہ روشنی میں نہا چکا تھا۔

اِنّا للّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

Marfat.com

؎ وقت آگیا تقاضے گئی
آخر مفارقت کا ہمیں داغ دیگئی

اس طرح مورخہ ۷ ر اکتوبر ۱۹۷۹ء بوقت ۸ بجے رات یہ درویش صفت انسان ہم سب کو پُرنم چھوڑ کر دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ موت کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ رشتہ دار، عزیز اور متعلقین آن کی آن میں اکٹھے ہو گئے۔ سب کی زبان پر یہ دعائیہ کلمات تھے کہ رحمتِ خداوندی کی بارش ہو اس مقدس ہستی پر۔ خدا کی سلامتی ہو اس بزرگ پر۔ ان پر جنت کے دروازے کھل جائیں۔ رحمۃ اللعلمین کا سایہ ہو ان پر۔

ایک پیکرِ عزم و ثبات، ایک سلیم الطبع، تجربہ کار، مستقل مزاج، عملِ بالخلوص بزرگ کا سفرِ آخرت تقریباً ۱۱۸ سال کی عمر کے بعد پورا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ اور اعلیٰ علیین کا مقام عطا فرمائے!
اللہ تعالےٰ اس مردِ کامل کو اپنے حبیبؐ کی قربت نصیب فرمائے!

آمین! ثم آمین!

غسل

آپ کے فرزند حاجی محمد شفیع نے اپنے ہاتھوں سے آخری غسل دیا۔ غسل کے بعد جسدِ خاکی کو کفن پہنا کر آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد صدیق کے مکان کے صحن میں مشتاقانِ زائر کی خواہش کے پیشِ نظر بابا جی کے وجودِ اطہر کو عام زیارت کے لئے رکھ دیا گیا۔ بالآخر ۴ بجے سہ پہر بابا جی کے جسدِ خاکی کے جنازے کا قافلہ مسجدِ عیدگاہ کی طرف

Marfat.com

رواں دواں ہُوا۔ جنازے میں لوگوں کی کثیر تعداد شامل تھی۔ اِس وسیع و عریض مسجد و عید گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

جنازے کی اِمامت

باباجی نے اپنی وفات سے صرف ۳ روز قبل اپنے فرزندِ ارجمند حاجی فضل الٰہی کو بغرضِ حج لاہور ایئرپورٹ سے کراچی روانہ کیا تھا۔ حاجی فضل الٰہی باباجی کی وفات کے وقت تک کراچی حاجی کیمپ میں موجود تھے اور ابھی ان کی روانگی میں دو دن باقی تھے کہ انہیں فون پر باباجی کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ اِطّلاع پاتے ہی حاجی صاحب موصوف فوراً بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئے۔ پھر لاہور سے قاری محمد اجمل خانصاحب کو ساتھ لے کر قصور پہنچ گئے۔ اس طرح جنازے کی امامت حضرت مولانا قاری محمد اجمل خاں صاحب خطیب قلعہ گوجر سنگھ لاہور نے فرمائی۔ نمازِ جنازہ کے بعد قاری صاحب نے حاضرین کو باباجی کی زندگی کے مختصر حالات سے آگاہ کیا نیز فلسفۂ موت سے متعلّق چند ایک مسائل بھی ایسے انداز میں بیان فرمائے کہ حاضرین پر رقّت کا عالم طاری ہو گیا۔ اس جامع اور مختصر و مدلّل تقریر میں دنیا کی بے ثباتی کا بیان ایسے پُرسوز لہجہ میں بیان کیا گیا کہ مولانا کی رقّت آمیز تقریر کی تعریف بیان سے باہر ہے۔

نمازِ جنازہ اور مولانا محمد اجمل صاحب کی تقریر سے فراغت کے بعد فرزندانِ نور و متعلّقین اپنے اس محسنِ عظیم کو کندھوں پر اُٹھائے قبرستان

Marfat.com

پہنچے ۔ آپ کے فرزند حاجی محمد شفیع نے آپ کو اسی لحد میں اُتارا جو قبلہ والدِ محترم نے اپنی وفات سے تقریباً ۳ ماہ قبل خود اپنی نگرانی میں تیار کروائی تھی ۔ اس طرح غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی یہ آفتاب بھی سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اپنے پیچھے تقریباً ڈیڑھ صد اولاد ، بے شمار لواحقین اور ہزاروں مدّاحوں کو روتا ہوا چھوڑ گیا۔

ہے دُعا شفیعؔ کی اے عاشقِ رسولِ خدا
حشر ہو جب برپا تری شفاعت کریں رسولِ خدا

حاجی محمد شفیع صاحب کا منظوم نذرانہ

اے میرے چمن کے باغباں — چمن تجھ سے آباد تھا
تو تھا تو کوئی غم نہ تھا — غم سہ کے بھی دل شاد تھا
جب تو ہم میں موجود تھا اے سربراہِ آلِ نور
تب تک ہزاروں بلاؤں سے محفوظ رہی آلِ نور
جب دو ہاتھ اٹھتے تھے تو دعا ہوتی تھی تیری منظور
ہائے! اب کہاں سے ڈھونڈ لائیں تجھے اے محمدؐ کے نور
تیری دعا میں حضرتِ احمد دین کی دعاؤں کا اثر تھا
کہتے ہیں جنابِ احمد دین اپنے وقت کا فقیہہ الاثر تھا

Marfat.com

تیری موت دراصل تھی اپنے لئے پیغامِ حیات
اللہ! اللہ! نورِ محمدؐ تو بندۂ کامِل صفات
پر بابا تیرے جانے سے بگڑے اس قدر حالات
بے ساختہ شفیعؔ نے کہا حفاظت کرے ہماری ربِّ کائنات

تیری رحلت پہ جو دیکھا ہر فرد سوگوار تھا!
جنابِ محمد نواز و محمد شریف بھی اشک بار تھا
جنابِ غلام محمد، محمد حسن، صدیق پر غم تھا طاری
ہمشیرہ خورشید بیگم کا دل بھی کرتا تھا آہ وزاری
حکیم شبیر جمیل اور اسلم بھی بھر رہا تھا سوگواری
مرحوم اسلام الدّین، محمد حسین کی طرف تیرا سفر تھا جاری

میرے والدِ محترم! یہ سفر بھی تیرا بے نظیر تھا!
قصور کی تاریخ میں تیرا یہ جنازہ بے حد کثیر تھا
قبل از مرگ الوداع کیا جنابِ فضلِ الٰہی کو
تاکہ پیغام دے تیرا جا کے اس محبوبِ الٰہی کو
بصد احترام پیش اس نے کیا تیرے پیغامِ الوداعی کو
سب گھرانہ پیش کرتا ہے نذرانہ جنابِ فضل الٰہی کو
تیرے وجود کی برکت سے تیرا سب گھرانہ آباد تھا
تیری خدمت کے صلہ میں احقر شفیعؔ بھی شاد تھا

بیادِ والدِ محترم الحاج میاں نور محمد صاحب مرحوم و مغفور

از قلم ـــ حاجی محمد شفیع عفی عنہ

جنابِ احمد دینؒ جب اللہ کو پیارے ہو گئے
جنابِ نور محمدؒ آپ تو بے سہارے ہو گئے
باپ کی ناگہانی موت نے آپ کو پریشاں کر دیا
قدرت نے آپ کی مسرّت کا ساماں کر دیا
حقیقی چچا کو آپ کا اُستاد بنا دیا
تا زندگی اُس نے بھی ساتھ نبھا دیا
دنیا میں جینے کے راز اُس نے بتائے
کام کرنے کے انداز بھی کیا خوب سمجھائے
تیرے کام کو دیکھ کر لوگ حیران ہوتے تھے
غیر یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوتے تھے
تیرے ذکر کی برکت سے سب کام ہو جاتے تھے
تیرے اندازِ بیاں سے غیر بھی رام ہو جاتے تھے
زندگی بھر جہاں جہاں آپ نے کام کیا
وہیں وہیں روشن اپنا نام کیا

Marfat.com

تا زندگی تو رزقِ حلال ہی کماتا رہا
اُسی سے ہی تو اپنا کام چلاتا رہا
حلال آمدنی سے تو نے کیا اَولاد کو ایسے جواں
اے شفیع سمشکل سے پیدا ہوتے ہیں آپ جیسے انساں
تھا تعلّق آپ کا حضرت شیخ التفسیر کے ساتھ
یعنی حضرت احمد علیؒ ولیٔ بے نظیر کے ساتھ
شیخِ کامل کی بیعت سے تھا دل میں قرار
اُس کی جُدائی میں آنکھیں تھیں اشکبار
باطل کے لئے شمشیرِ بے نیام تھے حضرت احمد علیؒ
اے شفیع قطبِ دوراں تھے حضرت احمد علیؒ
قدرت نے بہت نوازا تھا اے سربراہ آلِ نور
یعنی کثیر اولاد سے نوازا تجھ کو طفیلِ حضورؐ
مکّہ کی سرزمین میں بار بار جاتے رہے
توحید کے جام سے دل کی پیاس بجھاتے رہے
وقتِ رخصت جو منظر آپ کو دِکھایا گیا
آپ کی زندگی کا یہ تھا ماحصل جو سمجھایا گیا
تیرے جانے سے اِتنا غم ہوا کہ بتا سکتا نہیں
اپنا دل کھول کر کسی کو دکھا سکتا نہیں
جب رات کی تنہائی میں مَیں آپ کے پاس ہوتا
شفیع کو آپ جیسی زندگی گزارنے کا احساس ہوتا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل من علیہا فان

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سوانح حیات

ائی حاجن اللہ رکھی زوجہ حاجی نور محمد صاحب مرحوم

کا ذکرِ خیر

یعنی

اقم الحروف کی والدہ ماجدہ صاحبہ مرحومہ و مغفورہ رحمۃ اللہ علیہ

مرتّبہ و مؤلّفہ

خاکسار محمد نواز قصوری

عورت اور مائیں

کہاں ہیں وہ مائیں؟

قوم اہم شخصیت کے بحران سے دوچار ہے۔ قحط الرّجال نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جو اہلِ دانش اُٹھ جاتے ہیں وہ ایسا خلا چھوڑ جاتے ہیں جو کبھی پُر نہیں ہوتا۔ بظاہر یہ نہائت تکلیف دہ خیالات و احساسات ہیں لیکن اس کا کیا کیجیے کہ امرِ واقعہ یہی ہے۔ اس المیہ کے پس منظر میں جب ہمیں نئی نسل کی پرورش و تربیت میں خامیاں اور کمزوریاں کارفرما نظر آتی ہیں تو دُکھ اور تکلیف کا احساس اور بڑھ جاتا ہے۔

مائیں کسی طور پر بھی اس ہولناک قحط الرّجال یا شخصیت کے بحران سے بری الذّمہ قرار نہیں دی جاسکتیں۔ بلکہ دیکھا جائے تو اس کی ذمہ داری بنیادی طور پر صنفِ نازک پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر صورتِ حال کو پرکھا جائے تو بھی امر عیاں ہو جاتا ہے کہ آج کی مائیں اپنے فرائض سے غافل و بے خبر ہیں یا پھر جان بُوجھ کر اپنے فرائض ادا نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی ماں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو زمانے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج پرورش و تربیت کے وہ انداز کہیں نظر نہیں آتے جس پرورش و تربیت پر بچّے کے مستقبل کا بیشتر انحصار

ہوتا ہے شخصیت کا دارومدار ماں کی تربیت پر ہوتا ہے۔ آپ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ جو بات گھٹی میں پڑی ہو، ماہ و سال کی گردشیں اس کے اثرات کو زائل نہیں کر سکتیں۔ یہ بچپن کے اثرات اچھے ہوں یا بُرے بہر حال مستقبل میں آشکارا ہو کر ہی رہتے ہیں۔ ماں کی گود سب سے پہلی اور سب سے اہم درسگاہ ہے۔ اس درس گاہ میں مستقبل کی شخصیت کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔ اس سے کسی ہونہار کے چکنے چکنے پات کی علامات اُبھرتی ہیں۔ اِن ہی ہاتھوں میں آئندہ کے حکمرانوں کے خدوخال تشکیل پاتے ہیں اور یہی بچہ اپنے خاندان کے لئے اور خود اپنی ذات کے لئے کسی درجہ افادیت و فیض رسانی کا موجب بنتا ہے۔

لیکن آج ہم اپنے اِردگرد کیا دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا ماحول اور گھریلو حقائق کن حالات کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ نئی نسل کے کرتُوت کن خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کسی نجات دہندہ کسی معمارِ قوم کا کوئی ہلکا سا پرتو بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تاریکیاں بڑھ رہی ہیں اور اندھیرے پھیل رہے ہیں۔ ایسے میں روشنی کی کوئی مدھم سی کرن بھی دکھائی نہیں دے رہی۔ یہ ہے ہمارا حال جس میں ماضی کے روشنی کے وہ مینار بے ساختہ یاد آ جاتے ہیں جن کے اُجالے قافلوں کو بھٹکنے سے بچا لیتے تھے۔ اس قوم کو آخر کیا ہو گیا ہے! کیا اس کی کوکھ واقعی اُجڑ گئی ہے؟

قیامِ پاکستان سے پہلے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خاندان

کے جلیل القدر علماء مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی
مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا، مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا
عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی صاحب لاہوری، مولانا عبدالرحمٰن
قصوری، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ
سر محمد اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور قائداعظم محمد علی جناح صاحبان وغیرہم
جیسی وہ عظیم شخصیتیں گزری ہیں جن پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ جن
کی ماؤں نے فرنگی کے دور استبداد میں اپنا دودھ پلایا تھا اور ملک و
ملت کے لئے نجات دہندوں کے قالب میں ڈھالا تھا۔ ان عظیم و
جلیل القدر رہنماؤں کی ماؤں کے نام اور حالات سے آج ہم ناآشنا
ہیں لیکن پسِ پردہ اور گمنامی میں رہ کر انھوں نے اپنے وہ سپوت قوم
کو دیئے جو اسے کامیابی، کامرانی، آزادی و خودمختاری کی منزلِ مراد
تک لے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد عورت نے گھر سے نکل کر دوسروں
کی نگاہوں کو خیرہ تو کیا مگر اپنے دامن میں کوئی گوہر نہ لا سکی۔ اس
بیرونی منظر میں چکا چوند تو پیدا کی مگر ملک و ملت کی تاریک راہوں
کوئی اجالا نہ لا سکی۔ عورت نے اپنے حسن و زیبائش کی دلکشی سے مسحور
تو کیا مگر قوم کو وہ رُوپ نہ دے سکی جسے محمد علی جوہر یا مولانا ابوالکلام آزاد
یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ نتیجہ ہے آج
کی ماں کی پرورش و تربیت کا کہ پاکستان میں گذشتہ سالوں کی طویل مدت
کے دوران ایک بھی ایسی شخصیت نہیں اُبھری جسے ماضی کی ان جلیل القدر

Marfat.com

ہستیوں کے ہم پلّہ یا ہم پایہ تو کیا، ان کی خاکِ پا بھی کہا جائے۔ آج لیڈر ہیں تو اقتدار کے بھوکے اور عالم ہیں تو عمل سے کورے اور فساد پر مائل ہے

عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

مائیں بچوّں کی تربیت سے بے بہرہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انھیں بناؤ سنگھار خوب آتا ہے اور انہیں مختلف تقریبات و اجتماعات میں نمایاں دلچسپی ہے۔ ماضی میں خواتین اپنے بچوں کو اخلاقِ عالیہ سے آگاہ کرتی تھیں۔ اُن کے شعور کو اپنی قومی روایات اور مذہبی اقدار سے آشنا کرتی تھیں۔ ان کے ذہنوں کو دین کی روشنی سے منور کرتی تھیں اور ان کے دلوں کو ملّی و قومی، دردمندانہ احساسات سے اجاگر کرتی تھیں۔ وہ بچوں کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے باخبر رکھتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ فاروقِ اعظمؓ کا دبدبہ کیا تھا اور رہن سہن کیا تھا۔ وہ اپنے بچوّں کو صدیقِ اکبرؓ کی سچائی، عثمان غنیؓ کی سخاوت اور علی المرتضیٰؓ کے علم و فضل اور شجاعت سے آشنا کرتی تھیں اور ان میں صلاح الدین ایوبی کی غیرت، محمد بن قاسم کا جذبہ جہاد، ٹیپو سلطان کی حمیّت پیدا کرتی تھیں۔ یہ وہ مائیں تھیں جو پس پردہ رہیں، نگاہوں سے اوجھل رہیں، گوشۂ گمنامی میں رہیں لیکن اس کے باوجود تاریخِ عالم میں اپنا نقشِ دوامی چھوڑ گئیں۔ اور آج کل کی مائیں ـــــــ! انہیں آزادئ نمائش کی نیلم پریاں

تو بے شک کہہ لیجیے مگر اس کے آگے اور کچھ نہیں۔ ماں کو جب خود اپنے مذہب اپنے تمدّن، اپنی تہذیب کی روایات و اقدار کی خبر نہ ہو تو ان بچّوں کو یہ خبر کیسے ہو کہ وہ کس جلیل القدر قوم کے فرزندِ ارجمند ہیں ؎

تجھے اس قوم نے پالا تھا آغوشِ محبّت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

گھر ایک چار دیواری کا نام نہیں بلکہ ایک تہذیب و تمدن اور معاشرت کا نام ہے اور صرف ماں ہی قوم کی ناخدا اور اسی تہذیب و تمدّن کو پروان چڑھانے والی ہے۔ گھر صرف ہانڈی چولھے کو نہیں کہا جاتا بلکہ یہ ایک اوّلین درس گاہ ہے جس میں دنیا بھر کے مصلحین و قائدین پروان چڑھتے ہیں۔ گھر ایک عظیم، ارفع، مقدس، معاشرت و تہذیب کا گہوارہ ہے اور اس کی نگہبان وہ بلند ہستی ہے جس کے قدموں میں جنّت ہوتی ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ہستی ماں کے علاوہ کوئی نہیں۔ آج کی مائیں اپنے مقام سے گر کر نہ صرف خود اٹھا رہی ہیں بلکہ اپنی اولاد کے لئے بھی کانٹے بو رہی ہیں۔ حالات اب بھی سُدھر سکتے ہیں عظیم شخصیتیں اب بھی جنم لے سکتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ عورت گھر واپس آکر بچوں کی پرورش و تربیت کا فریضہ ان خطوط پر انجام دے جن خطوط پر ماضی کی اچھی ماؤں نے انجام دیا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماں باپ کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرآن و حدیث کی روشنی میں

— نیز —

بزرگانِ دین کے فرمودات

ایک دن نبیؐ نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ
دُہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحابؓ نے کہا کہ یہ کم بخت کون ہے
توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہُوا کہ وہ فرزندِ ناخلف
گھر جس کے جنّتؔ آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال
اس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

ماں کی دعا

رات کا اندھیرا دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا۔ بایزید بسطامیؒ ابھی کم سن بچہ تھا۔ سبق یاد کر رہا تھا۔ ماں قریب لیٹی تھی۔ اچانک ماں نے سر اٹھایا اور اسے آواز دی جیسے سوتے میں کوئی بولے۔ پانی! میرے بچے پیاس! بچہ اُٹھا، گھڑے میں پانی دیکھا، خالی پایا۔ ہمسایہ کے گھر بھاگنا ہوا گیا۔ مگر تمام محلّہ کے لوگ سوئے پڑے تھے، اور لڑکا یہ نہ چاہتا تھا کہ کسی کے آرام میں مخل ہو۔ اچانک اسے خیال آیا کہ ان گھروں کے کونے میں ایک چشمہ ہے۔ بایزیدؒ واپس گھر آیا اور گھڑا لیا، چشمہ کی طرف روانہ ہوا اور جلد ہی پانی بھر لایا۔ مگر اب اس کی ماں گہری نیند سو چکی تھی۔ لڑکے نے سوچا، جگانا نہیں چاہیے وہ ماں کے بستر کے قریب بیٹھا رہا۔ اس کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ رات کی سیاہی اور گہری ہوتی گئی۔ ماں سو رہی تھی۔

پھر وہ اس وقت جاگی جب صبح کی مسحور فضا میں پرندے چہچہا رہے تھے اور افق پر سُرخی سفیدی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ ماں نے آنکھ کھولی تو بچے کو پانی کا پیالہ لئے سرہانے پایا۔ ماں کو یاد آگیا کہ اس نے سوتے میں پانی مانگا تھا۔ فرطِ انبساط سے پھولے نہ سمائی۔ بچے کو گلے لگا کر خوب پیار کیا۔ اُس کے دل سے دُعا

Marfat.com

نکلی۔ خدائے رحیم! تو میرے بچّے سے ایسے راضی ہو جا جیسے میں
میں اس وقت خوش ہوں۔ ماں کی دعا قبول ہوئی۔ یہ بچّہ آگے چل کر حضرت
بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کے درخشندہ ستارا بن کر
چمکے۔

○ ○ ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ

۱۔ ماں کی طرف سے حج کرنا

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کا اِنتقال ہو چکا تھا۔ وہ رسولِ
خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض
کیا کہ میری ماں نے حج نہیں کیا تھا۔ کیا میں اُن کی جانب سے یہ فرض
ادا کر دُوں؟

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو حج کرنے کی اجازت
دے دی۔

Marfat.com

۲ - ماں کی فرمائش

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کھجور کی قیمت بہت بڑھ گئی۔ لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن رضی اللہ عنہ نے کھجور کے درخت میں شگاف کیا اور اس سے خمار نکالا۔ لوگوں نے کہا، ایسا کیوں کرتے ہو۔ کھجور کا درخت تو اس وقت بہت بیش قیمت ہو گیا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بولے۔ "میری ماں نے مجھ سے اس کی فرمائش کی تھی۔ اس لئے ماں کی فرمائش کی تکمیل کر رہا ہوں"

۳ - کافرہ ماں سے صلہ رحمی

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت کر کے مدینہ گئیں تو اُن کی والدہ جو کافرہ تھیں اُن کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا وہ اُن کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، "ہاں! کر سکتی ہو"۔

۴ - خالہ اور ماں کی سہیلی کی خدمت

ایک مرتبہ کسی صحابی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ حضورؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے ماں کی صورت ہی نہ دیکھی ہو، وہ کیا کرے؟ فرمایا اپنی خالہ کی خدمت کرے کہ وہ ماں جیسی ہوتی ہے۔

Marfat.com

جب پوچھا گیا کہ اگر خالہ بھی نہ ہو تو کیا ارشاد ہے؟
فرمایا "اپنی والدہ کی سہیلی کی خدمت کرے۔"

۱۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والدین کی خوشنودی میں ہے

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذکر میں فرمایا:

"ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے، نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔ ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔"

۶۔ توبہ کی قبولیت والدین کی اطاعت میں ہے

قرآن حکیم میں ہے کہ اپنے ظاہری برتاؤ سے بھی ماں باپ کا ادب اور تعظیم کریں اور دل میں بھی ماں باپ کی طرف سے کوئی برا خیال نہ لائیں۔ دنیا میں اللہ عزّوجل کے بعد وہی تمہاری دیکھ بھال کرتے ہیں اور ہر طرح سے تمہارے آرام کا خیال رکھتے ہیں اور خود تکلیف اٹھا کر تمہیں راحت پہنچاتے ہیں۔ دیکھو! دل میں ان کی خیر خواہی کے سوا اور کچھ خیال نہ آنے پائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی حالت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر کسی سے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی ہو جائے تو وہ اللہ کے سامنے اس کی توبہ کرے اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیک اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اگر تم نیک رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارا عذر قبول

Marfat.com

کرے گا اور تمھاری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا اور تمھاری توبہ قبول کرکے تمھارا قصور معاف کر دے گا کیونکہ وہ بڑا بخشش کرنے والا ہے

معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اطاعت کرنے سے دونوں جہانوں میں بھلا ہو گا۔

۷۔ جنّت کی کُنجی ماں کے قدموں میں ہے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پُوچھا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی کیا مقدار ہے؟

فرمایا کہ "جو کچھ تیری ملک میں ہے اُن پر خرچ کر لے اور جو وہ حکم کریں اس کی اطاعت کرلے۔ بجز اس کے کہ وہ کسی گناہ کا حکم کریں"۔

یہ تھی اسلام کی تعلیم۔ اگر اللہ تعالیٰ والدین کی اطاعت کا حکم نہ بھی فرماتے تب بھی عقل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا حق بہت ضروری اور اہم ہے چہ جائیکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی سب کتابوں، توریت، انجیل، قرآنِ مجید میں ان کا حق ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ تمام انبیائے کرام کو ان کے حق کے بارے میں وحی بھیجی اور تاکید فرمائی۔ اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا اور ان کی ناراضگی پر اپنی ناراضگی مرتّب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ماں باپ کو خوش رکھا جائے۔ ناراض والدین کی اولاد سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض رہے گا اور ان دونوں میں سے ایک کی بھی ناراضگی جنّت سے دور کر دے گی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی وعید

۔ والدین کی خدمت کا صِلہ جنّت ہے

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔
"ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کا اور نیک
ل کرنے کا حکم دیا۔" (بالخصوص) ماں کے ساتھ اِحسان کا اور بھی
دہ، کیونکہ ماں نے بڑی مشقّت کے ساتھ اس کو جَنا اور پالا۔ دُودھ
ڑانے میں کم از کم دو سال ہو جاتے ہیں یعنی طویل مشقّت ہے یہاں
ں کہ جب جوان ہوتا ہے اور جو سعید یعنی فرماں بردار ہوتا ہے وہ
نا ہے، اے میرے پرور دگار! مجھے توفیق دیجیے کہ میں ایسے
ب کام کروں اور والدین کی خدمت کروں جن سے آپ راضی ہو جائیں۔
ہ تعالیٰ شانہٗ ان لوگوں کے متعلّق فرماتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے
ب کاموں کو ہم قبول کرلیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے
ور اپنے وعدہ کے مطابق والدین کی خدمت کے صلے میں انھیں
ت الفردوس عطا کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

ادب اور تعظیم کا مستحق باپ ہے

۹- خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بڑھا ہوا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا ——— "تیری ماں" اس نے پھر کہا کہ پھر کون؟ فرمایا ——— "تیری ماں"، تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا کہ ——— "تیری ماں"۔

اس شخص نے پھر کہا، پھر کون، فرمایا ——— "تیرا باپ" اس شخص سے معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے۔ سورت لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ہم نے انسان کو والدین کی شکرگزاری کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ فرمایا: "اس کی ماں نے اس کو تکلیف پر تکلیف جھیل کر اپنے شکم میں اٹھایا۔ پھر دو سال تک اپنے خون سے اس کو پالا۔" ماں نہ صرف اپنے لال کو سخت دشواریوں سے گذر کر نو مہینے تک اپنے پیٹ میں رکھتی ہے بلکہ اس کی پرورش اور تربیت میں اپنے آرام اور اپنے چین کو کھوتی ہے اور اپنی پوری توجہ و انہماک سے اس کا کردار بناتی ہے جو بلاشبہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اسلام نے ماں کی عزت کو فزوں تر کرنے اور اسے اپنی اولاد

کی سیرت گری میں زیادہ سے زیادہ یکسوئی، دلجمعی اور محبت و شفقت کے ساتھ حصہ لینے کی غرض سے اسے کئی دینی فرائض، تمدنی فرائض سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور اس کی تمام تر مصروفیات یا سرگرمیوں کو گھر کی چار دیواری کے اندر سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کا اوّلین مدّعا یہ ہے کہ عورت ماں کے روپ میں اسلامی معاشرہ کے لئے بہترین سیرت و کردار کے افراد مہیّا کرے۔ پس ماں کی ساری عظمت و بزرگی اس حقیقت سے عبادت ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ ایسی برگزیدہ ہستی ماں کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

ماں کی بے ادبی اور گستاخی سے ہاتھ، پاؤں اور آنکھ سے محرومی

ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا اور والدہ سے حج کرنے کی اجازت طلب کرنے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا۔ والدہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور اجازت چاہی۔ والدہ نے اس نیک سفر کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ بیٹا، تم یہی رہ کر میری خدمت کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سفرِ حج پر جاؤ تو میرا لعد میں کوئی پرسانِ حال نہ ہو۔ اور میں مر جاؤں۔ لہٰذا تم میرے پاس رہ کر میری خدمت کرتے رہو۔

بیٹے نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ دوسرے سال پھر والدہ کو اپنا ارادہ ظاہر کیا تو والدہ صاحبہ نے پھر پہلے کی طرح جواب دے کر روک لیا۔ یہی سال بھی ایسا ہی ہوا۔ بالآخر چوتھے سال بھی والدہ صاحبہ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہو کر اپنے ارادہ کو دُہرایا تو پھر بھی والدہ کی طرف سے حسبِ سابق ہی کی طرح جواب ملا، تو اس پر یہ شخص سختی اور ترش کلامی سے بولا کہ خدا جانے ماں تم کب مرو گی۔ تم نے تو مرنا ہی نہیں۔ ایسے تو میں حج پر جا ہی نہیں سکتا۔ تو اس کی والدہ صاحبہ دل برداشتہ ہو کر کہنے لگیں کہ تم نے تو میرے دل کو بہت ٹھیس پہنچائی ہے۔ کیا میں نے تمہارے مُنہ سے ایسی منحوس اور دل آزار بات سننے کے لئے جنا تھا۔ ماں کے دل شکستہ سے بد دُعا نکل گئی۔ بس پھر کیا تھا، ماں کے مُنہ سے آہ کا نکلنا تیر کمان سے نکل گیا اور عرش تک جا پہنچا۔

اِدھر وہ شخص حج کے سفر کی تیاری کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ خدا کا غضب و قہر اور غصّہ جوش میں آچکا تھا۔ دورانِ سفر جب رات کی تاریکی نمودار ہونے لگی تو یہ شخص رات گزارنے کی غرض سے ایک مسجد میں وارد ہوا۔ مسجد کے متّصل گلی کے ایک مکان میں چوری ہو گئی۔ محلہ دار چور کے تعاقب میں بھاگے بھاگے چور کے پیچھے جا رہے تھے۔ چور نے جو اپنا پیچھا ہوتے دیکھا تو اسی مسجد کے اندر چوری کا مال پھینک کر کہیں چھُپ گیا۔ اتنے میں محلہ دار تعاقب کرتے ہوئے مسجد میں آ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چور صاحب تہجّد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور چوری کا مال پاس پڑا ہوا ہے۔ محلے داروں نے سمجھا کہ یہی چور ہو گا۔ پھر کیا تھا چور صاحب کی خُوب پٹائی ہوئی۔ وہ شخص کہہ رہا تھا کہ میں چور نہیں ہوں، کوئی اور ہو گا۔ مگر سگار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا۔ محلے دار کہہ رہے تھے

نلے چور نالے چتر"۔ کرنی چوری پڑھنی تہجّد۔ محلّے داروں نے اس شخص کا مُنہ کالا کیا اور شہر کے قاضی صاحب کے پاس لے گئے۔ لوگوں نے قاضی صاحب سے سارا قصّہ کہہ سُنایا۔ قاضی صاحب نے چوری کی سزا میں ہاتھ پاؤں کاٹنے اور مسجد میں چوری کر کے تہجّد پڑھنے کی پاداش میں آنکھ اور زبان کو نکالنے کا حکم صادر کیا۔

یہ "چور صاحب" کہہ رہے تھے، میری زبان نہ کاٹو تاکہ میں اپنا قصّہ اپنی زبان سے سنا سکوں۔ جب ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور آنکھ نکال دی گئی تو پھر قاضی صاحب نے فرمایا کہ اب اپنی زبان سے اپنا قصّہ بیان کرو۔ اس شخص نے کہا کہ یہ سزا جو مجھے ملی ہے میری والد صاحبہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ سارا قصّہ بیان کر کے کہا کہ اب مجھے میری والدہ کے پاس لے چلو۔ جب سب لوگ مل کر اس کی والدہ کے پاس اُسے لائے تو معلوم ہوا کہ اس کی والدہ صاحبہ کا اِنتقال ہو چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ ناراض ماں باپ سے خداوند کریم بھی ناراض رہتا ہے۔

ماں کی بددُعا کا اثر اور مُعافی کے کرشمے

ایک شخص اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے شرف، عابد، زاہد، متّقی، صوم و صلوٰت کا پابند بیمار ہو کر بستر مرگ پر پڑ گیا۔ جان کنی کی حالت تھی۔ زبان پر کلمہ جاری نہ ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر کئی اصحاب نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر

Marfat.com

ہو کر اس کا ماجرا سنایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کی والدہ کو کہو کہ میرے پاس تشریف لاویں یا اگر وہ نہ آسکیں تو ہم بہ نفسِ نفیس ان کے پاس چلیں گے۔

چنانچہ اصحابؓ نے جب اس کی والدہ کو حضورؐ کا پیغام پہنچایا تو مائی صاحبہ خود فوراً حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئیں۔ حضور علیہ السلام نے بیمار صحابی کی والدہ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارا بیٹا صوم وصلوٰۃ اور شریعت کا پابند نہ تھا؟ والدہ نے کہا کہ حضور بیشک وہ اسلام کا پابند تھا۔ اسلام کے احکامات مانتا اور عمل کرتا تھا۔ تو اس پر حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے کہ اس کی جان کنی میں اتنی دشواری ہو رہی ہے۔ بہت تکلیف میں مبتلا ہے۔ اس صحابیٔ رسول کی والدہ نے کہا کہ حضور! یہ لڑکا میری گستاخی کرتا تھا۔ اپنی بیوی کی شکایت پر مجھے ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا تھا مجھ سے بہت سختی کے ساتھ پیش آتا تھا تو اس پر میرے منہ سے بد دعا نکل گئی ہوئی ہے۔ میں اس سے خوش نہیں ہوں۔

یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مائی صاحبہ! اپنے بیٹے کو معاف کر دو۔ مائی صاحبہ نے کہا کہ حضورؐ اس نے مجھے بہت ستایا ہے میں معاف نہیں کروں گی۔ تو حضور علیہ السلام نے تمام اصحاب سے فرمایا کہ لکڑیاں اکھٹی کرو اور آگ لگا کر اس کے بیٹے کو اس جلتی آگ میں ڈال دو تاکہ دنیا میں ہی اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔

یہ سن کر ماں کی ممتا جوش میں آگئی اور حضور سے کہنے لگی کہ حضور

کیجیے۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹے کو جلتا نہیں دیکھ سکتی۔
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخرت میں دوزخ کی آگ اس
سے کہیں زیادہ ہے۔ تو والدہ نے فوراً کہا کہ حضور میں اپنے بیٹے
حضور معاف کرتی ہوں۔ اِدھر ماں کے مُنہ سے یہ معافی کے الفاظ
لے، اُدھر بیمار بیٹے کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا اور بیٹے کی روح قفسِ
صری سے پرواز کر گئی۔ حضور نے فرمایا کہ اس کی بخشش ہو گئی۔

○

معلوم ہوا کہ ماں کی بددُعا کا اثر اولاد کی بربادی ہے اور ماں کی خوشی
معافی کے کرشمے دوزخ سے خلاصی اور عقبیٰ میں سرخروئی اور فلاح
نے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

میری عظیم ماں

مذاہبِ عالم نے ماں کو دنیا کے تمام رشتوں سے بلند مقام عطا
احباب و اعزاء کی مائیں جب اس جہانِ فانی سے اپنی زندگی کا سفر پورا کر
کی طرف سدھارتیں یعنی قضائے الٰہی سے فوت ہو جاتیں تو ان سوگوار
کے رنج و الم، پژمردگی اور پریشانی کے آثار مرتّب ہوتے دیکھ کر دل
میں کہتا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو آہ و بکا و گریہ زاری کرتے ہیں۔ ایسے مو
تو صبر و تحمل کی سخت تاکید ہے لیکن جب میری ماں اس ظاہری
مُنھ موڑ کر خراماں خراماں چلی گئیں تو پتا چلا کہ یہ اعزّہ و احباب نقاہ
بشری کے سبب اپنے مضطرانہ اظہارِ دعم میں سچے تھے۔ مزید برآں
بھی سامنے آئی کہ انسانیت کے ہونٹوں پر اگر کوئی خوب صورت
بخش لفظ ہے تو وہ ماں ہے۔ المختصر! ماں ہی سب کچھ ہے۔ یہ
اندوہ و غم میں ہماری ڈھارس، تسلّی و تشفی اور مرہم ہے۔ اللہ تعا
بعد آخری امید، ہماری کمزوری و ضعیفی میں زبردست طاقت و تو
خالقِ کائنات نے ماں باپ کو ربِّ صغیر کہہ کر تمام رشتوں پر فضیلت
بخشی ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے مشیتِ ربّانی کے

Marfat.com

وشِ شفقت ماں کو یہ مرتبہ بخشا کہ اس کے پاؤں کے نیچے جنّت قرار
میری ماں نے جب اس جہانِ فانی سے عالمِ بالا کی طرف کوچ کیا اور
ا روح قفسِ عنصری کی طرف پرواز کر گئی تو اس وقت والدہ صاحبہ کی
ی یہ تھی کہ قویٰ مضمحل ہو گئے ، ہونٹ سِل گئے غم کا اظہار لبوں کی بجائے
وؤں کی شکل میں بہ جاتا۔ مجھے زبردست احساسِ محرومی ہوا۔ ایسا احساس
یسے مجھ سے دولت کونین چھین گئی ہو۔ محبّت والفت و مروّت کے
ی جس کی آبیاری میری والدہ نے سالہا سال سے آبِ اخلاص سے
ی ، خزاں کی نذر ہوتے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس نے ساری عمر ہماری
و نما اور پرورش میں صرف کی۔ ہمارے اندر ہمّت و استقلال ، محنت
رض شناسی پیدا کی۔ ہر وقت دعائیں مانگتیں کہ "اللہ سوہنیا! کسے دا
ج نہ کریں۔ ان کی یہ دعائیں مقبول ہوئیں مگر خود کسی سے خدمت کرائے
ی عالمِ بقا کو چلی گئیں۔

میری ماں نے ہمیں بہت کچھ دیا۔ ان کی عطاؤں اور دعاؤں کا اثر ہے
سب بھائی دنیا کی زندگی میں کامرانی سے ہمکنار ہیں۔ میں ایک اخلاص
ے لہجے میں سعادت مند بیٹے کی حیثیت سے ماں کی روح سے وعدہ کرتا
ں کہ جب تک میں زندہ رہا اسے زندہ رکھوں گا۔ ان کی زندگی کے روشن
وؤں کو اُجاگر کرتا رہوں گا۔ ان کی دعاؤں کے صدقے جو مجھے حاصل
ہے ، کنبہ کی خدمت میں کبھی فروگذاشت نہیں کروں گا۔ ان کے سب
ں میں سے عمر میں بڑا ہونے کے لحاظ سے اپنے کنبہ کی فلاح و بہبود کے

لئے اور جو کچھ میرے حدِ امکان میں ہو گا، میں اپنا فرض ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا۔

دعا ہے کہ خداوندِ کریم اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے اپنے خاندان کی خدمت کی توفیقِ ارزانی فرمائے تاکہ میں اپنے والدین کی روح فتوح کے لئے تسکین اور ٹھنڈک کا باعث بنوں اور میرے جذبے میں استقامت بخشے۔ آمین! ثم آمین! وما توفیقی الا باللہ!

والدہ مرحومہ کی مختصر سوانحیات

نام : مائی حاجن اللہ رکھی۔

مقام و تاریخِ پیدائش : موضع اکرپورہ ضلع لاہور۔ سن تقریباً ۱۸۸۴ء

والد صاحب کا نام : میاں کریم بخش۔

آپ کے والد صاحب اپنے گاؤں کے حوالدار تھے۔ آپ کے خاندان کی بڑی شہرت تھی۔ میاں کریم بخش آس پاس کے دیہات میں بھی اپنی شرافت، دیانت داری، ایمان داری کے لحاظ سے کافی شہرت رکھتے تھے۔ گاؤں والے انھیں ملاّں جی کہہ کر پکارتے تھے۔ اپنی قوم کے علاوہ گاؤں کے ہندو سکھ بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے اور احترام سے پیش آتے۔ آپ کی شرافت و عزّت اور دیانتداری کو دیکھ کر گاؤں کے لوگ اپنے گھریلو دیگر جھگڑوں میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کو اپنا ثالث بناتے۔ آپ ایسا غیر جانبدارانہ فیصلہ کرتے کہ سبھی لوگ خوش ہو جاتے۔

Marfat.com

میاں کریم بخش کے ہاں دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں
کے نام خواج دین اور چراغدین اور لڑکیوں کے نام اللہ رکھی اور رمضان
بی بی تھے۔ ہماری والدہ اللہ رکھی سب سے بڑی دختر نیک اختر تھیں جب
مائی صاحبہ ذی شان سن بلوغت کو پہنچی تو آپ کی شادی ۱۹۰۲ء میں حاجی
نور محمد صاحب (میرے والد) کے ساتھ ہوئی۔ میاں کریم بخش اور حاجی
نور محمد کی آپس میں قرابت داری بھی تھی۔ حاجی نور محمد صاحب کی پہلی
زوجہ فوت ہو چکی تھی لہٰذا والد صاحب کی یہ دوسری رفیقۂ حیات تھیں۔
گھر میں ان کا قدم ہر لحاظ سے مبارک ثابت ہوا۔ یہ شادی سسرال کے لئے
بھی نیک فال تھی۔ آپ کے عقد میں آنے سے پہلے سسرال والوں کی
مالی حالت بہت کمزور تھی۔ آپ سسرال والوں میں ایک لکشمی دیوی بن
کر آئیں۔ حاجی صاحب (والد) کے کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی
ہوتی گئی۔ یہ نیک دل خاتون اپنے خاوند کی خدمت گار اور گھریلو مشاورت
میں ہر طرح سے ممد و معاون ثابت ہوئیں۔

خداوند کریم نے مائی صاحبہ کو وہ دل عطا کیا تھا جس کے لئے ہر دل
میں جگہ ہوتی ہے۔ خوش خلقی، تحمل مزاجی، راست گفتاری، ملنساری، خدمت
گاری کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ نے عمر بھر خودداری اور خود اعتمادی
کا اصول اپنائے رکھا۔ وہ پردہ کی بے حد پابند تھیں۔ آخر عمر تک پردے
کی پابندی سے ہم کنار رہیں۔ شرم و حیا اور سادگی کو اپنی زندگی کا شعار
بنائے رکھا۔ سادگی ان کی فطرت میں سمائی ہوئی تھی ان کے لباس میں

نمود و نمائش نام کو نہ تھی۔ زیور تو درکنار، ان کے ہاتھ چوڑیوں سے بے تیار رہے۔ آپ نے ازدواجی زندگی کی ۵۷ بہاریں دیکھیں۔ میاں بیوی کی زندگی نہایت خوشگوار گزری۔ آپ ایک روشن خیال اور مثالی رفیقہ حیات تھیں۔ ان کے گھر کے در و دیوار محبت کی اور سکون کی فضا سے معمور رہے۔ گھریلو اختلافات کو اپنے تدبیر سے یوں حل کیا کہ گھریلو زندگی کے سکون پر کبھی آنچ نہ آنے دی۔ وہ اپنے شوہر کی ہر راحت اور تکلیف میں برابر کی شریک رہیں۔ ان کے عظیم شوہر بھی ان کے مشورہ کو بہر حال مقدم سمجھتے تھے۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ ایک شفیق ماں بھی تھیں۔ انہیں اپنی اولاد سے بے انتہا محبت تھی۔ ان کے بیٹے جب ملازمت کے سلسلہ میں باہر جاتے تو ان کی اضطراری و اضطرابی کیفیت چھپائے نہ چھپتی۔ وہ بہت آبدیدہ ہو کر بڑی بڑی دعاؤں سے انہیں رخصت کرتیں۔ وہ اپنے خاندان کے لیے شجر سایہ دار تھیں۔ اپنی اولاد کے حق میں اکثر یہ دعائیں کرتیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک اور سیدھے راستے پر گامزن کرے اور وہ اپنے باپ کی سی متانت اور صداقت و شرافت پائیں۔ ان دو جملوں میں جہاں اولاد کے لیے دل میں القاء محبت کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں، وہاں اپنے شوہر کی عزت توقیر کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی نظر آتا ہے۔ مانی خان ذیشان اور حاجی بابا نور محمد اولاد کے لحاظ سے خوش قسمت رہے۔ اِن سے

ا دہ اولاد خاندان کے کسی خوش نصیب کے حصّہ میں نہیں آئی۔ آپ کی
لت کے وقت آٹھ لڑکے اور دو لڑکیاں بقید حیات تھے۔ والد صاحب
پہلی زوجہ کے بطن سے بھی ایک لڑکا تھا جو دوسرے عقد کے وقت
و اڑھائی سال کا تھا۔ اسے بھی آپ نے اپنی حقیقی اولاد کی طرح پالا اور
ا کے سب حقوق ادا کئے۔ باوجود اتنی کثیر اولاد ہونے کے گھر کے سب کام
ج اپنے ہاتھوں سرانجام دیتی تھیں۔ سُوت کاتنیں، بھینس کے لئے چارہ
نہ ہاتھ کی چکی سے خود دلتیں۔ کپڑے دھوتیں اور ہانڈی روٹی بھی خود
رتیں۔ گھریلو کام کاج سرانجام دینے سے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ کرتیں۔
از روزہ پابندی سے ادا کرتیں۔ کسی کے فوت ہو جانے پر، اپنی برادری
ا ہوتا غیر برادری کا، محلّے میں ہر فوتیدگی پر وقتِ مقررّہ پر پہنچ جاتیں۔
ی وجہ تھی کہ آپ کے جنازے میں دُور و نزدیک کے لوگوں کی اتنی کثیر
خداد نے شرکت کی کہ بیان سے باہر ہے۔ ساری عمر نیکی، پارسائی، شرافت
ردّت، تحمّل مزاجی اور خوش طبعی سے گزاری۔

جب اللہ تعالیٰ کے حضور سے حج کے لئے منظوری آئی تو آپ
نے حج کے ارادے سے حرمین الشریفین کا رختِ سفر باندھنے سے
پہلے اپنے رشتہ داروں و غیر رشتے داروں کے ساتھ اپنے تمام معاملات
صاف کئے کہ یہ فرمان رسولؐ ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے گھر گھر جا
کر ملیں۔ حقوق العباد کا پورا پورا حق ادا کیا اور یوں اپنی عاقبت سنوارنے
کے لئے خانہ کعبہ و روضہ اقدس پر حاضری دینے کے لئے اپنے شوہر

Marfat.com

کے ہمراہ حجازِ مقدس تشریف لے گئیں۔

ایسی کامیاب زندگی گزارنے اور اپنی سب اولاد سے فراغت حاصل کرنے والی خاتون دُنیا میں شاید خال خال ہی نظر آتے۔

سفرِ آخرت

اس ظاہری دنیا میں سب سے بڑھ کر حوادث میں سب سے بڑھ کر المناک ترین واقعہ کسی کی موت ہے۔ کسی رشتہ دار و غیر رشتہ دار کی موت کا سُن کر دل کو دھکّا سا ضرور لگتا ہے۔ لیکن جب موت کا بے رحم ہاتھ کسی ایسی زندگی کو چھین لے جس کی موت ہر ایک کے لئے خلا محسوس ہو جسے اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی روتے ہوں جس کے حسنِ اخلاق کا سکّہ ہر دل پر نقش ہو، تو ایسی نیک خاتون کا داغِ مفارقت دے جانا غضب ہے۔ ——— کل من علیھا فان

رحلت سے تقریباً دو سال پہلے سے شوگر جیسی مُوذی مرض نے آگھیرا۔ ٹیسٹ رپورٹ سے معلوم ہوا کہ چھ فی صد شوگر آرہی ہے۔ ڈاکٹر نذیر حسین انچارج ہسپتال قصور نے اپنے پرائیویٹ کلینک میں جب شوگر ٹسٹ کی تو حیران ہو کر میرے بہنوئی میاں الٰہی بخش صاحب سے فرمانے لگے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ یہ مریضہ گھر کے کام کاج کے علاوہ مکان کی چھت پر جانے کے لئے سیڑھیاں بھی چڑھ جاتی ہے مگر میں نہیں مانتا کہ اتنی شوگر والی مریضہ سیڑھیاں بھی چڑھ جاتی ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ مریضہ بہت ہی

بزرگ ہستی ہے اس پر خداوندِ کریم کا خاص ہی فضل اور رحمت ہے جس کی وجہ سے ایسا ہے۔

طبیعت دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھی، اچھے اچھے نامور ڈاکٹروں کے علاج سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر مورخہ کو دل کا شدید دورہ پڑا اور جسم پر بالکل بے ہوشی طاری ہوگئی۔ علاج معالجہ کی کافی تگ و دو کی گئی لیکن بے سود ——— مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ بے ہوشی شوگر والے مریض کو جو آخری دم تک رہتی ہے اسے میڈیکل میں قومہ کہتے ہیں۔ تھوڑی سی ہوش آنے پر آنکھ جو کھولی تو مایوس بچوں کے مرجھائے ہوئے چہروں کو دیکھ کر پوچھا، کیا محمد نواز لائل پور سے آگیا ہے؟ جواب ملا "نہیں"۔ فرمایا، اُسے بُلاؤ۔ سو برادران نے مجھے فون کیا کہ والدہ صاحبہ علیل ہیں، جلدی پہنچو۔ یہ سنتے ہی میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ فوراً قصور کے لئے روانہ ہوگیا۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آنے کی اطلاع دینے کے لئے آواز دی تو والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور صرف ہاتھ کے اشارے سے ہی فرمایا، آگئے ہو! بس اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں۔ یہ آنکھیں پھر نزاع کے وقت ہی کھلیں۔ دِل ڈوب جانے کی وجہ سے بیہوشی مسلسل بڑھ رہی تھی بس اب پانی وغیرہ کے پینے کے لئے ہاتھ کے اشارے پر ہی اکتفا تھا، سچ ہے ؎

زندگی کیا ہے؟ عناصر کا ظہورِ ترتیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

Marfat.com

محرم الحرام کا متبرک مہینہ تھا۔ چاند کی دس تاریخ اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ صبح طائرانِ چمن میں خوش الحان کی چہک مہک میں وہ دلکشی نہ تھی جیسی ہونی چاہیے۔ سورج کی کرنوں میں روزمرہ کی تمازت نہ تھی۔ فضا خاموش تھی اور ہوا مدھم۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج خاندانِ نور پر کوئی حادثہ گزرنے والا ہے مگر حکمِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم تھا۔ مکان کے صحن میں ایک کونے پر ایک بالٹی جو چھت میں لٹکی ہوئی تھی اس میں کبوتروں نے بچے دے رکھے تھے، وہ کبوتر بھی اپنی جگہ پر بے حس و حرکت بیٹھے اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ ہوا جاں تلف ہونے کے خوف سے آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ آسمان کا رنگ فق تھا اور زمین شق ہونے پر آمادہ۔ اسی حالت میں نصف دن گزر گیا۔ سچ ہے کہ سورج بھی گہنا جاتا ہے اور چاند بھی آخری تاریخوں میں ڈوب جاتا ہے۔ ستاروں کو بھی لوٹ کر اپنی آب و تاب کا آخری شعلہ بار نشان دکھانا پڑتا ہے۔ ایسے ہی انسان جو بہت تیزی سے اُبھر کر ایک روشن ستارے کی مانند اپنے وجود کی اہمیّت چھوڑتا ہوا جاتا ہے کہ اگر اچانک یوں ہم چشموں سے اُٹھ کر چلا جائے تو کسے یقین آئے کہ کسی کی والدہ، کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی دادی نانی اور کسی کی پردادی اللہ کو پیاری ہوگئی۔

دوپہر کے ایک بجے مسجد میں مؤذن نے جمعہ کی پہلی اذان دی۔ اذان سُن کر والد بزرگوار حاجی نور محمد صاحب نہایت مغموم دل کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔ اِدھر والدہ صاحبہ کے چہرہ کی حالت دیکھ کر

صاف عیاں ہو رہا تھا کہ بس دو چار سانسیں باقی رہ گئی ہیں ؎

کونسا جھونکا بجھا دے گا کسے معلوم ہے
زندگی اِک شمعِ روشن ہے ہوا کے سامنے

معاً والد صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر دروازے میں نمودار ہوئے تو پھر کی حالت دیکھ کر ہم سب کو فرمایا کہ کلمہ شہادت پڑھو لیں یہ نزع کا عالم تھا۔ موت کی ٹکٹکی بندھ چکی تھی۔ ٹھیک دو بج کر ۴۰ منٹ پر اس بزرگ خاتون یعنی میری والدہ کی روح قفسِ عنصری سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئیں ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اس وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ دنیا میں سب کی منزل تو وہی ہے جس کی طرف سب گئے ہیں اور روزانہ چلے جا رہے ہیں۔ رہے نام اللہ کا ؎

آہی گیا وقوع میں آخر وہ حادثہ
سوہانِ روح و قلب تھا جس کا خیال بھی

یقیناً موت سے اس کی زیادہ مرگِ عالم سے
کلیجہ شق ہُوا جاتا ہے میرا شدّتِ غم سے

فانی ہر ایک چیز یہاں لاکلام ہے
کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

ایک وحشت ناک، روح فرسا، دلوں پر بجلی گرا دینے والی، خون کے آنسو رُلانے والی اور بہت سی امیدوں کو خاک میں ملا دینے والی

Marfat.com

اندوہ ناک خبر سارے خاندان میں پھیل گئی کہ اماں حاجن فوت ہوگئیں۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ دُنیا تیرہ خاک نظر آنے لگی۔ چشمِ پُرنم نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ خدا آپ کو غریقِ رحمت کرے ؎

تماشہ عبرت ہے دنیا کا منظر
اے بیخبر! حیات کا کیا اعتبار ہے
ہر کام کو ہے وقتِ مقرّر نے گھیرا
ٹھہرنا یہاں فی الحقیقت نہیں ہے
ہر وقت موت بشر کے ساتھ ہے
پر نہیں اے موت وقت مقرر ترا

موت کی خبر بجلی کی طرح ہر جگہ پھیل گئی اور متعلقین رشتہ دار و غیر رشتہ دار آن کی آن میں اکٹھے ہوگئے۔ محلہ اور گلی میں بہت بڑا ہجوم دیکھ کر ایک اجنبی راہ گیر پوچھ بیٹھا کہ کون فوت ہوگیا ہے کہ لوگ اس قدر نالاں اور گریہ خواں ہیں؟ تو لوگوں نے فرداً فرداً کہنا شروع کیا، وہ اس محلہ بھر کی ماں تھیں۔ وہ ایک صاحبِ ایثار بزرگ خاتون تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشقہ صادقہ تھیں۔ وہ شریف خاندان کی شریف عورت تھیں۔ وہ زاہدہ، عابدہ، متّقی اور خلیق خاتون تھیں۔ نیک بخت اور بڑی زیرک و عقلمند خاتون تھیں۔

الغرض لوگ اس طرح ان کی عظمت کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے تھے اور کچھ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ رحمتِ خداوندی ہو بارش ہو اس مقدس ہستی پر۔ خدا کی سلامتی ہو اس بزرگ خاتون پر۔ ان پر جنّت کے دروازے کھل جائیں۔ رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سایہ ہو ان پر۔ ان کی قبر انوارِ الٰہی سے منوّر ہو۔ ایک پیکرِ عزم و ثبات۔ ایک سلیم الطبع

Marfat.com

اور تجربہ کار، معتدل مزاج، سراپا عمل، باخلوص کام کرنے والی اَن تھک
خاتون کا زندگی کا آخری سفر پورا ہو گیا۔ خداوندِ کریم ایسی نیک خصلت
خاتون کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ؎

قضا کس کو نہیں آتی یوں تو سب ہی مرتے ہیں
پر اس مرحومہ کی بوئے کفن کچھ اور ہی کہتی ہے

تاب اس کے دیکھنے کی نہ لائے چلے گئے
کیا کیا پری جوان تھے آئے چلے گئے
دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تختِ زمیں پہ سینکڑوں آئے چلے گئے
آدم رہا نہ کوئی پیغمبر رہا یہاں
وہ بھی اِسی زمین میں سمائے چلے گئے

کی بہت تُو نے غم گساری ماں!
تیرا مقسوم ہے بہشتِ بریں
مائی حاجن گئیں سوئے بہشتِ بریں

ہم ہیں اور شامِ اشک باری ماں!
الوداع، الفراق پیاری ماں!
چھوڑ کر ہم کو وقفِ نالاں و فغاں

روزِ محشر سر پہ ہو ظلِّ ردائے ماں
جس طرح ہم پر رہا اس کے لُطف کا سایہ یہاں
آمین! ثم آمین!

وقت آگیا، قضا لے گئی
آخر مفارقت کا ہمیں داغ دے گئی

Marfat.com

بزمِ جہاں سے اُٹھی ایسی صاحبِ کمال
دُنیائے حق پرست میں جس کی نہیں مثال
ہستی بشر کی بحرِ فنا کا ہے اِک حُباب
وہ سطحِ آب پر ہے کبھی وہ ہے زیرِ آب
اے اجل! ظالم اجل! تُونے ستم یہ کیا کیا
سارے گلشن کا نمایاں پھول تُونے چن لیا
مقدور ہو تو خاک سے پُوچھوں کہ اے لئیم!
تُونے وہ گنج ہائے گِراں مایہ کیا کیئے
خلّاقِ دو جہاں تمہی تجھ سے ہے التجا
اس نیک دل خاتون کو فردوس کر عطا
آمین ؟ ثمّ آمین ؟ ؟

تجہیز وتکفین

پچھلے باب میں لکھا جاچکا ہے کہ آپ کا وصال ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء) بروز جمعۃ المبارک کبوقت ۲ بج کر ۴۰ منٹ پر جمعہ کی نماز کے فوراً بعد ہوا تھا۔ چنانچہ باہمی مشورہ سے طے پایا کہ کل صبح ۱۰ بجے یعنی محرم الحرام کی ۱۱ کو نمازِ جنازہ پڑھائی جائے گی۔ چنانچہ اس کا باقاعدہ اعلان لاؤڈ سپیکر سوگواروں کی موجودگی میں کر دیا گیا۔

اب میّت کو غسل اور کفن کا مرحلہ درپیش تھا۔ کفن کے لئے دیسی

کھدّر کے اس کپڑے کا انتخاب کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ہاتھوں سے سُوت کات کر بنوا رکھا تھا اور جب آپ بغرض حج مکّہ معظمہ تشریف لے گئیں تھیں تو اس کپڑے کو بھی ساتھ لے گئی تھیں اور وہاں سے اسے آبِ زمزم کے مقدّس پانی میں تر کر کے واپس لا کر گھر میں مقفل کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کو غسل دینے کے بعد ہی کفن پہنا دیا گیا۔ رات بھر قرآن خوانی ہوتی رہی۔ مکان کے صحن میں رکھی ہوئی میّت کی زیارت کے لئے علی الصبح لوگ گھر میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ آٹھ بجے تک تمام گھر کے اوپر نیچے سب حصّے مردوں اور مستورات سے بھر گئے۔ اس وجہ سے مردوں کے لئے بیٹھنے کا انتظام مسجد میں کر دیا گیا۔ ۱۰ بجے تک مسجد میں بھی کوئی گنجائش نہ رہی تو اب لوگ گلی میں کھڑے ہونے لگے۔

اعلان کے مطابق ٹھیک ۱۰ بجے جنازے کی نماز کے لئے میّت کو تمام متعلّقین اصحاب و رشتہ داروں نے سسکتے بلکتے چشم پُرنم کی حالت میں اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ اس وقت تمام متعلّقین دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ یہ سماں اتنا رقّت آمیز تھا کہ جذبات پر قابو پانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکنات سے تھا۔ سب لوگ آنسو بہا کر اپنی اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ ایک ایسا منظر تھا کہ اسے دیکھ کر پتھر کا دل بھی پگھل جائے۔ میت کو مکان سے باہر لایا گیا۔ مجمع اس قدر تھا کہ کندھا دینا مشکل ہو رہا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ پڑوسی اور دُور و نزدیک کے سینکڑوں افراد شریکِ جنازہ تھے اور اپنے اپنے غم کا

Marfat.com

اظہار کر رہے تھے۔ مسجد عید گاہ پہنچتے پہنچتے راستہ بھر سے ایک بڑی تعداد لوگوں کی شریک ہوتی رہی۔

عید گاہ پہنچ کر ہزاروں لوگوں نے جنازے کے لیے صفیں باندھیں نمازِ جنازہ قبلہ الحاج مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب مفتیٔ اعظم خطیبِ جامع مسجد کوٹ فتحدین خاں قصور نے پڑھائی۔ مرحومہ کے دو صاحبزادے برادرم حاجی فضل الٰہی و حاجی محمد حسین صاحبان جنازے میں شرکت نہ کر سکے کیونکہ وہ فریضہ حج ادا کرنے مکہ معظمہ میں تھے۔

اب میّت کو دفن کرنے کے لیئے قبرستان لے جا کر قبر کے پاس رکھ دیا گیا۔ لحد مبارک کچّی اینٹوں سے ایک صندوق نما تیار کی گئی جس پر لکڑی کی چھت ڈالی گئی تھی۔ میت کو جب لحد میں اتارا جانے لگا تو تمام متعلقین و حاضرین نے ایک بار پھر اپنی عقیدت کے پھول آنسوؤں کی صورت میں نچھاور کیئے اور میّت کو لحد میں اتار دیا گیا۔

مرحومہ کو سپردِ خاک کرنے کے سارے مراحل میری آنکھوں کے سامنے طے ہوئے۔ تدفین سے پہلے اور بعد قبلہ والد صاحب ہمیں سب کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔ اس دن یہ بات ثابت ہو گئی کہ انسان کی صحیح عظمت اس کے کردار کی بلندی پر مبنی ہوتی ہے۔ سب کی بے لوث محبّت و خدمت کرنے سے ہی سب کے دلوں میں سچّی محبّت اور لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ جب جسدِ خاکی قبر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپ گیا اور منوں مٹّی کے نیچے آ گیا تو سب لوگوں نے مرحومہ کے لیئے آخری دعا

Marfat.com

بصمیمِ قلب اپنی ڈبڈبائی ہوئی پُرنم آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور کی اور سب نے کہا، مشیتِ ایزدی کے سامنے کیا چارا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

جسدِ خاکی ہو گیا گڑھے میں گور کے
چھُپ گئی آخر یہ کشتی جذبۂ گرداب میں
مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں
اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویران میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خُوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر
بُوئے گُل کا باغ سے گُلچیں کا سفر
بادشاہوں کی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور
مثلِ اذانِ سحر مرقد فیروزاں ہو تیرا
نُور سے معمُور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

Marfat.com

والدہ صاحبہ مرحومہ کی یاد میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیرتی ہوں میں تیری تصویر کے اعجاز کا
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

رفتہ و حاضر کو گویا پا بپا اس نے کیا
عہدِ طفلی سے مجھے پھر آشنا اُس نے کیا

جیب تیرے دامن میں پلتی تھی وہ جانِ ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں

اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیٔ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہیگا بے قرار

خاکِ مرقد پہ تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو یاد آؤں گا

Marfat.com

تربیت سے تری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرا اجداد کا سرمایۂ عزّت ہوا
دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبّت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
کاروبارِ زندگی میں وہ ہم پہلو میری
وہ محبّت میں تیری تصویر وہ بازو میری
تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہوں میں
صبح سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہوں میں
تخم جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور محکم ہو گئی
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
دامنِ ساحل تخیّل ہے مرا آفاق گیر
کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر
یاد سے تیری دلِ دردآشنا معمور ہے
جیسے کعبہ میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

Marfat.com

تھے دیارِ نو زمین و آسماں میرے لئے
وسعتِ آغوشِ مادر اِک جہاں میرے لئے
تھی ہر ایک جُنبش نشانِ لطفِ جاں میرے لئے
حروف ہم طلب تھی خُود زباں میرے لئے

○ ○ ○

Marfat.com

بیاد والدہ محترمہ حاجن اللہ رکھی مرحومہ صاحبہ

حاجن اللہ رکھی تھی میری پیاری پیاری ماں
جواں ہمت تھی موت کا ہرگز نہ تھا گماں
پالا تھا کس پیار سے تو نے ہمیں
سبھی اولاد پر تھی تو بہت مہرباں
بُرے وقت میں تو ہر ایک کے کام آئی
اپنے پرائے سب ہی مانتے ہیں تیرا احساں
جناب نور محمد جیسا خاوند ملا تھا تجھ کو
اے شفیع! ایسی بیوی کہاں؟ ایسا خاوند کہاں؟
جب سب کی اولاد دادی کہہ کر پکارے گی
تب آپ کے بیٹے بہت ہوں گے پریشاں
اے عزرائیلؑ! تو نے نہ کیا کچھ خیال
بے وقت چھین لی ہم سے ہماری ماں
میری ماں زمین کے آغوش میں چلی گئی
یہ منظر دیکھ کر بہت رویا ہوگا آسماں

Marfat.com

فضل الٰہی، محمد حسین کو حج پر خود روانہ کیا

خیریت مکّہ سے نہ آئی تو بند کی زباں
بیٹے ابھی نہ آئے تھے مگر چل بسی

تیرے بیٹوں کا کتنا مشکل تھا امتحاں
تیرے جانے سے اے ماں روشنی ختم ہوگئی

دیکھا جو گھر کی طرف نظر آیا دھواں
اے بے رحم موت! دُنیا تجھے رکھے گی یاد

اے شفیع! جس چمن میں آئی کر گئی خزاں

○

اَے خالقِ دو جہاں! بس یہی ہے میری دُعا
اُس نیک دل خاتون کی ہر منزل کر آساں

آمین!

○ ○ ○

از: خاک پائے والدہ محترمہ محمد شفیع عفی عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خاتمۃ الکتاب و دعا بدرگاہ قاضی الحاجات جل شانہٗ

قارئین کرام! برادران عزیز! ہمشیرگان!
آپ کی خدمت میں گذارش ہے اور میری التجا ہے کہ جو بھی اس کتاب
پڑھے وہ اس حقیر مسکین کو بھی اپنی دعائے خیر میں یاد رکھے اور اگر
سی مقام پر کوئی خطا و لغزش محسوس کرے تو اس کی اصلاح و درستگی فرمائیں
(واللہ عندہٗ اجر عظیم)

یا اللہ! اس کتاب کو میرے باقیات صالحات میں سے بنا دے
ور چند روزہ زندگی کے دن جو باقی رہ گئے ہیں وہ اپنی مرضیات میں صرف
ا دے ——— یا رب العالمین! تیرا کوئی ثانی نہیں اور
نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اشرف المخلوقات کا
بہترین لقب دیا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے تیری نعمتوں کی قدر نہ کی اور شکر
زاری کے بجائے تجھے فراموش کر دیا۔ اگر تو بھی ہمیں بھول جائے تو پھر ہم
ہیں کے نہ رہیں گے۔ ——— اے پروردگار! جیسے تعریف کے
واسطے تو حکم کرے ویسی ہی تعریف کا سزاوار ہے۔ بلکہ جس قدر بھی ہم
تیری تعریف کریں تو اس سے بھی برتر اور اعلیٰ ہے ———

یاالٰہی! بندہ تیری ہی طرف رجوع کرتا ہے۔ میری نماز، میری عبادت
میری زندگی، میری موت تیرے ہی لئے ہے۔ میرے گذشتہ صغیرہ و کبیرہ
گناہ معاف فرما اور مجھے بخش دے۔ ——— یااللہ! میں عذاب
قبر سے، دل کے وسواس سے اور کام کے پراگندہ ہونے سے تیری
پناہ مانگتا ہوں۔ تمام پریشانیاں اور مصائب و آلام دور کر اگرچہ میں کچھ
بھی ہوں آخر کار تیرے محبوبؐ کی امت سے ہوں۔ ———

رب العزت! تو میری بات سنتا اور تو مجھے دیکھتا ہے۔ تو تو میری شہ
رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر تیرے بغیر دلی ارادوں کا کون راز
ہو سکتا ہے۔ میں نہایت حاجت مند اور فقیر ہوں اور اپنے گناہوں کا
معترف ہوں۔ اب فضل و کرم کر۔ ——— یااللہ! میں تجھے اس
طرح پکارتا ہوں جس طرح کوئی آفت رسیدہ ڈرنے والا پکارتا ہے یااللہ!
میں اسی طرح آپ کو پکارتا ہوں جیسے حضرت یونسؑ علیہ السلام نے مچھلی
کے پیٹ میں آپ کو پکارا تھا۔ یااللہ! میں اپنی حاجات میں، مصائب
و آلام میں اس طرح اس طرح پکارتا ہوں جیسے تیرے خلیلؑ نے تجھے
پکارا اور جیسے تیرے محبوب حبیبؐ کبریا حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے تجھے بدر کے میدان میں یعنی میدانِ کارزار میں پکارا تھا۔ یااللہ! میں
آپ کو اس طرح پکارتا ہوں جیسے جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہو جس کے
آنسو تیرے واسطے بہتے ہوں اور میرا بدن تیرے ہی واسطے ذلیل ہو۔
اس کی ناک تیرے ہی لئے مٹی میں ملی ہو ——— اے خدا!

تیرے حضور بخلوصِ دل سے دستِ سوال دراز کر کے آہ و زاری کرتا
ں اور گڑگڑاتا ہوں۔ تو مجھے اپنے پکارنے سے محروم اور بدبخت
کھیو ــــــــ یا اللہ! میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں
ایک واحد واحد ہے، تجھ جیسا کوئی نہیں۔ تیری ذات و صفات میں
ں شریک نہیں۔ تیری ذات حلولِ تجسم سے پاک ہے۔ حلِّ مشکلات، کارسا
ی بنانے والا، فریاد سننے والا، روزی دینے والا، ہر کسی کی مصیبت
ں کام آنے والا تو اور صرف تو ہے۔ عام و خاص، غریب، امیر، بادشاہ،
ا، جاہل و عالم، اولیاء، انبیاء سب تیرے ہی محتاج ہیں جس کو جو کچھ
ا ہے تیرے ہی در سے ملتا ہے۔ تیرے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی
یں ہل سکتا۔ یہ تیری اور صرف تیری قدرت ہے کہ تو مخلوق اور کائنات
ے رتی رتی بھر حال کی خبر رکھتا ہے۔ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر تو ہے۔
ــــــــ اے ربّ العالمین! مجھے ایسی توفیق عطا فرما کہ میرا
رنا جینا خالص تیرے لئے ہو۔ میری ساری تمنّائیں و آرزوئیں تیری مرضی
ر تیرے ارادے کی تابع ہو جائیں ــــــــ یا اللہ! مجھ
یں ایسا اخلاص پیدا فرما کہ میں کسی نیک کام پر تیرے سوا کسی سے نہ تو
در شناسی اور اجر و ستائش کی تمنّا رکھوں اور نہ کسی سے خوف کروں۔
رے ذکرِ پاک سے قلب میں حلاوت و اطمینان محسوس کروں ــــــــ
ا اللہ! جب میں قیامت کے دن تیرے حضور حاضر ہوں تو میری پیشانی
ر تیری غلامی اور بندگی کے سوا اور کسی آستانے کے غبار کا ایک ذرہ

Marfat.com

بھی لگا ہوا نہ ہو۔ ــــــــــــــــــ یا اللہ! میں صرف تیری ج
کرم کا امیدوار، تیرے در کا سوالی، تیرے آستانے کا فقیر، تیرے
کا بھکاری ہوں۔ عزت، ذلت کا دینے والا تو ہے۔ میں تجھ سے تیر
عفو و کرم اور رحمت کا امیدوار ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔
اپنے عاجز ہونے کا صمیم قلب سے اقرار کرتا ہوں۔

یا اللہ! میں آپ کی پوری تعریف نہیں کر سکتا۔ بس آپ ویسے ہی ہیں ج
آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ ــــــــــــــــــ اے رب! تو
مجھے دنیا میں نیکی اور عقبیٰ میں سرخروئی اور بچا مجھے عذاب دوزخ سے
ــــــــ یا اللہ! تو میرے واسطے بہت مہربان اور رحم والا ہو
میں تیرے سامنے سیدنا رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ اور وسیلہ لایا ہوں۔ ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

تو تو جس خاک کو چاہے وہ بنے بندۂ پاک
میں خدا کس کو بناؤں کہ جو خفا تو ہو جا

اے پروردگار! میں تیری عنایات کی رسی اور تیری عطا کا دامن
تھامتا ہوں۔ میں تجھ سے خواستگار ہوں کہ تو مجھے اپنے اس دروازے
سے دور نہ کر جسے تو نے زمین والوں کے لئے کھول دیا ہے
ــــــــــ اے پروردگار! یہ بندہ ایک پیاسا ہے جو تیرے فرات کا
طلبگار رہے اور یہ ایک جاہل ہے جو تیرے دریائے علم کے پاس آیا

ے۔ یا الٰہی! تو اپنے اس پوشیدہ علم میں سے مجھے علم عطا فرمانا۔
یں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی تمام زمین و آسمان والوں پر غالب
ے اور سب چیزوں پر کامل اقتدار و اختیار رکھتا ہے۔ تیرے سوا
ئی معبود نہیں۔ تو ہی برتر، مقتدر، سب کا نگہبان اور سب
قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے سِوا کوئی خُدا نہیں۔ تو ہی عزّت و
ت اور برتری کا مالک ہے۔

حمد

خدائے ذُوالجلال

بات ہے سچّی صد فی صد — قُل ہو اللہ اَحد!
یرے مالک میرے آقا! — غفّار و قہّار و صمد
توحیدِ حق باری تعالےٰ — لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُولَدۡ
اپنی بات میں تُو سچّا ہے — باقی سب باتیں ہیں رَدّ

Marfat.com

بندے سب تیرے ہی ہیں — پیر و جواں اور نیک و بد
میں بھی ہوں رحمت کا طالب — آقا میری کرنا مدد

سر نگوں ہے حمدِ خالق میں قلم — ہے ثنا اللہ کی زیبِ رقم
کُن سے پیدا کر دیئے کون و مکاں — اس کی قدرت ہے ہر شے سے عیاں
ہے وہ خالق جملہ موجودات کا — پالنے والا ہے مخلوقات کا
اس نے ہر شے کو عطا کی زندگی — ہے فقط لائق عبادت کے وہی
خالق اور مالک ہمارا ہے وہی — بے سہاروں کا سہارا ہے وہی
ہیں سبھی فانی، فقط وہ ذات — روشن اس کے نور سے ہیں شش جہات

8367